بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق حق حق　　　　　　　　　حق حق حق

راہِ حق کے مسافروں کے لیے ذکرِ جہر، بیعت و توبہ کی فضیلت، آیاتِ قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے

اس کے وجوب و مسنونیت کا ثبوت عمدہ طرز و اسلوب کی شکل میں ایک حسین گلدستہ بنام

ارشاد فریدی

تالیف

مخدوم شاہ پیر خواجہ محمد حسین ثالث فرید

بدری، فریدی، صابری چشتی، قادری، پاکپٹنی، در بھنگوی علیہ الرحمہ

حسب ایما:

ڈاکٹر شمس الدین احمد ناصح

ترتیب، تخریج، تشریح

مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی، اکڈنڈی، سیتامڑھی

ناشر

خانقاہ چشتیہ فریدیہ صابریہ، دھموارہ، علی نگر، دربھنگہ (بہار، انڈیا)

9899464250/8700929460/8800169340

یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا ۔ ان الذین یبایعونک
انما یبایعون اللہ ط ید اللہ فوق ایدیھم ط

بعون رب الارباب کتاب نایاب جس میں فضیلت ذکرا کثیرا یعنی ذکر جہر و بیعت توبہ کی فرضیت اور
وجوب و مسنونیت ساتھ ثبوت آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ کے احسن طور پر بیان

جملہ طبائع | کیا گیا ہے ۔ موسوم بہ | حقوق محفوظ

ارشاد فریدی

طبع ثانی

۱۳۸۲ھ

مطابق سنہ ۱۹۶۳ء

تصنیف شریف ... عاشق و معشوق ذات ...

... حضرت ... رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...

... نظامی قادری پاکپٹی ... دربھنگوی از اولاد ...

خادم الفقراء مخدوم سید شاہ تاج الدین احمد ... چشتی صابری فریدی
خلیفۂ اعظم حضرت مخدوم سید شاہ احسن علی ... چشتی صابری و قادری قدس اللہ سرہ العزیز و اولاد فریدیہ عالیہ

یا اللہ یا محمد یا ابوبکر ... یا حسین

بسعی و کوشش ہم خاکساران و خدامان دربار فریدیہ عالیہ خلیفہ شاہ محمد مسعود الدین غلام صابر و سید محمد بشیر احمد
چشتی فریدی صابری و قادری و مولوی محمد نبی اختر انصاری بی ۔ اے اسٹوڈنٹ باز بدپوری دربھنگوی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب:	ارشادِ فریدی
مصنف:	مخدوم شاہ پیر خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمہ
مرتب:	مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی
تصحیح و تصویب:	سید بختیار حسن صابری چشتی
نظر ثانی:	مولانا محمد شمشیر عالم قادری
پروف ریڈنگ:	مولانا محمد صدام حسین ثقافی، مولانا عبدالباسط مصباحی، مولانا مختار عالم شمسی
کمپوزنگ:	مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی (اکڈنڈی)
سن اشاعت:	طبع سوم بموقع ۱۵/واں عرس صابری 1441ھ مطابق 2020ء
	طبع اول 1902ء / طبع دوم 1963ء
صفحات:	79
تعداد:	1100
ناشر:	خانقاہ چشتیہ فریدیہ صابریہ قادریہ، دھموارہ شریف، علی نگر، دربھنگہ (بہار، انڈیا)

ملنے کے پتے:

(۱) آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمہ، محلہ لال باغ، دربھنگہ

(۲) خانقاہ چشتیہ فریدیہ صابریہ قادریہ عالیہ، شیام پور شریف، دربھنگہ بہار

(۳) خانقاہ چشتیہ فریدیہ صابریہ، قادریہ، دھموارہ شریف، دربھنگہ

(۴) سید بختیار حسن صابری 41 T سرائے کالے خان، حضرت نظام الدین، نئی دہلی۔۱۳

(۵) شمس الاسلام فاؤنڈیشن، اکڈنڈی، پریہار، سیتامڑھی

(۶) نوری کتاب گھر، ازہری مارکیٹ، پریہار

فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
(۱)	عرض ناشر سید بختیار حسن صابری	۵
(۲)	عرض مرتب محمد سرفراز احمد مصباحی	۸
(۳)	حالات مؤلف ڈاکٹر شمس الدین احمد ناصح	۱۱
(۴)	کلمات مصنف خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمہ	۱۵
(۵)	باب اول ذکر کے بیان میں	۱۶
(۶)	فصل اول ذکر جہر اور ذکر خفی کا ثبوت اور اس کے فضائل آیات قرآنیہ کی روشنی میں	۱۶
(۷)	تشریح آیات	۱۸
(۸)	تشریح آیت	۲۲
(۹)	تشریح آیت	۲۳
(۱۰)	فصل دوم ذکر جہر اور ذکر خفی کا ثبوت اور اس کے فضائل احادیث کی روشنی میں	۲۴
(۱۱)	تشریح حدیث	۲۵
(۱۲)	فصل سوم ذکر جہر پر معترضین کے اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب	۳۱
(۱۳)	تشریح	۳۹
(۱۴)	فصل رابع حلقۂ ذکر اور مراقبہ کا بیان	۴۰
(۱۵)	ذکر خفی	۴۲
(۱۶)	ذکر قلبی کی فضیلت	۴۳
(۱۷)	ذکر الٰہی کا طریقہ کیا ہے؟	۴۴
(۱۸)	باب دوم بیعت کے بیان میں	۴۷
(۱۹)	فصل اول بیعت کی حقیقت	۴۷
(۲۰)	بیعت کی شرح و تفصیل	۴۷
(۲۱)	فصل دوم بیعت کی شرعی حقیقت قرآن واحادیث کی روشنی میں	۴۹
(۲۲)	فصل سوم بیعت کی اقسام کا بیان	۵۷

(۲۳)	اقسام کی تفصیل	۵۷
(۲۴)	فائدہ	۵۸
(۲۵)	بیعت تصوف احادیث رسول کی روشنی میں	۵۸
(۲۶)	فائدہ	۵۹
(۲۷)	فائدہ	۶۱
(۲۸)	فصل چہارم پیغام رسانی کے لیے امام اور رہبر کی ضرورت	۶۴
(۲۹)	تشریح	۶۵
(۳۰)	فصل پنجم توبہ، ذکر اور تلاوت کے حکم کا واقعہ	۶۹
(۳۱)	باب سوم منظومات کا بیان	۷۱
(۳۲)	حمد باری تعالیٰ	۷۱
(۳۳)	ثنائے سرکار ببارگاہِ محبوبِ پروردگار	۷۱
(۳۴)	ذکرِ شہادت	۷۲
(۳۵)	نور وحدت	۷۶
(۳۶)	نغمۂ وحدت	۷۶
(۳۷)	برلب رسید جانم دل وجانِ ما محمد	۷۷
(۳۸)	نغمۂ عقیدت	۷۸
(۳۹)	نعت سرور کونین	۷۸
(۴۰)	سلامِ عقیدت ببارگاہِ خیر الانام	۷۸
(۴۱)	سلامِ عاشقاں در بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۷۹

عرض ناشر

سید بختیار حسن صابری چشتی (سجادہ نشیں خانقاہ چشتیہ فریدیہ صابریہ قادریہ، عالیہ، دھموارہ، شریف، دربھنگہ)

الحمد لله وحده لا شريك له والصلوة والسلام على من لا نبى بعده اما بعد!

اللہ تبارک و تعالیٰ کے بابرکت اور مبارک نام سے آغاز کرتا ہوں جو رحمن و رحیم و کریم ہے، لاکھوں کروڑوں درود و سلام ہو تاجدار انبیا، منبع صدق و صفا، محسن کائنات، ختم المرسلین، آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مسعود ذات پر اور آپ کی آل و اولاد، ازواج مطہرات، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی ذات بابرکات پر جو عدل و انصاف کے پیکر اور عشق و محبت کے محور ہیں۔

بفضلِ خواجگانِ چشت اہل بہشت اس ناچیز کمتر پر نوازش و کرم کی برسات ہوئی اور اہل عشق و محبت کی عنایات شامل حال رہی اور انہیں کرم فرمائی کا ثمرہ ہے کہ ہر وہ خواہشات جو والد بزرگوار مرشدی سید بشیر احمد تاجی چشتی علیہ الرحمہ کے ہاتھ نامکمل رہ گیا تھا یہ ناچیز اس کی تکمیل کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔

یہ کتاب "**ارشاد فریدی**" حضرت خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف ہے جو انہوں نے ۱۳۲۱ھ میں تصنیف فرمائی تھی جس کی تیسری ایڈیشن آپ کے ہاتھ میں ہے۔

پہلی ایڈیشن ۱۹۰۲ء میں خود مصنف علیہ الرحمہ کے حیات ظاہری میں کلکتہ سے شائع ہوئی تھی۔ دوسری ایڈیشن ۱۹۶۳ء کا کام حضور شمس ثانی مخدوم باباتاج الدین احمد چشتی علیہ الرحمہ کی زیر نگرانی حضور سیدی سرکار شاہ محمد مسعود الدین احمد، غلام صابر، سید محمد بشیر احمد تاجی چشتی، مولوی محمد نبی اختر انصاری کی محنت اور سعیٔ پیہم سے عمل میں آیا۔

اب یہ کتاب نادر و نایاب ہو چکی تھی کیوں کہ میں عہد طفولیت ہی میں حضور شمس ثانی علیہ الرحمہ کی زبان مبارک سے اس کتاب کا نام اکثر سنا کرتا تھا لیکن اصل مخطوطے کی تلاش میں مصروف عمل تھا اور جہد مسلسل کے بعد محنت وصول ہوئی اور ڈاکٹر **شمس الدین احمد ناصح** صاحبزادہ باباتاج الدین احمد چشتی کی نوازشات کہ آپ نے ایک نسخہ ناچیز کو

عطا فرمایا۔

حضرت خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمۃ کی اولادِ پاک حضور سیدی مرشدی سرکار پیر خواجہ عابد فرید چشتی فریدی صابری بدری، سجادہ نشیں دربار مظہر فرید پاکپتن شریف کی بارگاہ میں اصل مسودہ کی فوٹو کاپی روانہ کیا پھر آپ نے حکم فرمایا کہ آپ نئی ترتیب سے اس کا کام انجام دلوائیں۔

اور حضور شمس ثانی کے صاحبزادے مرشدی مولائی ملجائی سرکار سید نور الدین احمد چشتی فریدی صابری القادری سجادہ نشیں آستانہ خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمۃ وخانقاہ چشتیہ فریدیہ صابریہ قادریہ شیام پور شریف کی بارگاہ میں اجازت کا طالب ہوا حضور والا کی خصوصی نوازشات سے اجازت بھی مل گئی۔

ارشاد فریدی دستیاب ہونے کے بعد میں نے حکم کی تعمیل کی اور اس نسخے کو بہترین کمپوزنگ، عمدہ ترتیب، اور تخریج وتسہیل کے ساتھ شائع کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور یہ نیک کام بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو بھی پہنچا۔

میرے اس نیک ارادے پر کھرے اترنے والے عزیز القدر مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی صاحب زید مجدہ کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ موصوف نے حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ اس کے جملہ مراحل پر بڑی عرق ریزی سے کام کیا۔ مولی کریم نے بزرگوں کی امداد سے ان کی امداد و معاونت فرمائی اور ان کا دل اس امر کے لیے کشادہ ہوا پھر کیا تھا عزم مصمم نے اپنا رنگ اور جمال دکھایا، اور "ارشاد فریدی" کی نئی ترتیب و تخریج میں قابل تعریف امور انجام دیے۔

کتاب کی ترتیب زبان وبیان کی سہولت دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، اس کتاب کے سلسلے میں اپنے بزرگوں سے جو تذکرہ سنتا آرہا تھا وہ خواب شرمندۂ تعبیر دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اور اس کتاب کا کام کریم مولی کے کرم، توفیق خداوندی، ارواح انبیا کی امداد اور بزورگوں کے فیضان کی ذرہ نوازی سے ہی ممکن ہو سکا۔

بالخصوص عنبر رضا قادری بھوتہی (مقیم حال بستی جودھیوال لدھیانہ) عبد الوکیل گیاوی عرف مکھیا (مقیم حال سرائے کالے خان) اصغر جاوید صابری گیاوی، محمد شمشاد تاجی صابری ٹکٹار، ارشاد صابری جو تکا، دربھنگہ صاحبان کے لیے نیک خواہشات کہ انہوں نے کتابت وطباعت اخراجات برداشت کیے۔

ساتھ ہی ساتھ انعقاد عرس اور جملہ امور میں خصوصی شرکت کرنے والے حضرت مولانا شمشیر رضا

قادری، مفتی محمد بشیر احمد مصباحی، عبد الوحید تاجی، کلام، بشیر، عبد الخالق، تنویر، محمد حسن، گلزار، جہاں گیر وجملہ صابری برادران کی کوشش وکاوش کو اللہ تعالیٰ بفضل خواجگانِ چشت اہل بہشت قبول و منظور فرمائے۔

رب کریم جملہ محبین، مریدین، معتقدین اور متوسلین کو پردۂ غیب سے روزی عطا فرمائے، علما کے علم و فضل و عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین

کس کے ہو تم غلام ذرا غور تو کرو — ہادی بے مثال محمد حسین ہیں
ایمان و جاں حضور کی خدمت میں پیش پیش — بختیار کا قبول ہوئے یہ نذرانہ تاج چشتی

خادم الفقرا

سید بختیار حسن صابری چشتی فریدی

۵/ ربیع الغوث ۱۴۴۱ھ

۴ / دسمبر ۲۰۱۹ء

Mobile:**9899464250/8800169340/8700929460**

عرض مرتب

مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی (صدر شمس الاسلافاؤنڈیشن، اکڈنڈی)

الحمدلله لولیه والصلاۃ والسلام علیٰ نبییه واله واصحابه اجمعین

ذکرِ الٰہی انوار کی کنجی، بصیرت کا آغاز ہے اور جمال فطرت کا اقرار ہے۔ یہ حصول علم، وصول الی اللہ کا آسان ذریعہ بھی ہے۔ یہ تماشہ گاہ ہستی کی جلوہ آرائیوں اور حسن آفرینیوں کا اقرار ہے۔ ذاکر کے ذکر میں زاہد کے فکر میں خالقِ آفاق کی جھلک نظر آتی ہے۔ ذکر الٰہی دراصل خالق حقیقی سے رابطے کی ایک شکل ہے، بلکہ یقین کرلو کہ اللہ کا ذکر ہر چیز سے بزرگ تر ہے۔ اللہ کے ذکر میں نماز، تلاوتِ قرآن حکیم، دُعا اور استغفار سب شامل ہیں۔

ذکر اللہ کی بڑی عظمت، اہمیت اور برکات ہیں۔ ذکر اللہ سے اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور انسان کی روحانی ترقی ہوتی ہے۔ ذکرِ اللہ سے قلوب منور ہو جاتے ہیں۔ ذکرِ اللہ ہی وہ راستہ اور دروازہ ہے جس کے ذریعے ایک بندہ بارگاہ الٰہی تک پہنچ سکتا ہے۔

مصنف کتاب خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمۃ نے اپنے دور میں علم اور نور ایمان سے خالی کچھ لوگوں کا مشاہدہ کیا کہ لوگ ذکر بالخصوص ذکر جہر کو بدعت اور ریا تصور کرتے تھے اور بعض سے بغرض اصلاح مفاسد افہام و تفہیم سعی پیہم بھی ہوئی، لیکن یہ گروہ اپنی کج فہمی کے باعث آیات کریمہ و آثار سلیمہ سے اپنی آنکھوں پر پردہ اور کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے تھے اور فہم قرآن وحدیث اور تاویلات و تشبیہات سے یکسر محروم ہے۔ یہ دیکھ کر آپ کے مریدین میں اکثر حضرات کی یہ تمنا تھی کہ ان کج فہموں کی کج فہمی دور کرنے اور ذکر واذکار پر ایک علمی جائزہ کے طور پر کتاب ترتیب دوں، تاکہ علم وآگہی سے نابلد اشخاص کے سامنے حق کا انکشاف ہو جائے۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے عدیم الفرصتی کے باوجود گراں قدر وقیع نامہ تحریر فرمایا۔ ویسے ہمارے اسلاف کرام نے احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا کوئی ایسا میدان نہیں چھوڑا جس میں انھوں نے قدم نہ رکھا ہو، بس اسی حقیقت کو مزید آشکار کرنے کی غرض سے یہ کتاب معرض وجود میں آئی۔

اللہ کے نیک، سعادت مند، قوم وملت کا درد رکھنے والے باشعور، علوم وآگہی سے آشنا، متحرک فعال، بزرگوں کی

حقیقی یادگار اور شاہین صفت بندے موقع بموقع علمی و قلمی خدمات کو منظر عام پر لانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، ان بزرگوں کے نقوشِ فکر و عمل کی حقیقی تصویر کرم فرما، پیکرِ اخلاص و محبت، منبعِ عشق و محبت، علم دوست اور، علما نواز سیدی **بختیار حسن صابری** (اطال اللہ عمرہ) کی کرم فرمائی کہ انہوں نے اس کارِ خیر میں شراکت کے لیے ناچیز کا انتخاب فرمایا۔

سیدی موصوف مسلسل کئی سالوں سے اسلاف کی تصنیف کردہ رسائل و جرائد پر کام کروا رہے ہیں، جس کی تازہ مثال ماضی کی قریب کی تصنیفات [**مختصر سوانح سلف، اسرارِ حق**] ہے جس کی طباعت کا کام خانقاہ فریدیہ چشتیہ صابریہ قادریہ دھموارہ شریف دربھنگہ سے باترتیب ۲۰۱۸ اور ۲۰۱۹ میں ہو چکا ہے۔ اور اس سال سولھواں سالانہ عرس صابری میں بھی اس سلسلے کو برقرار رکھتے ہوئے "**ارشاد فریدی**" کو منتخب کیا گیا۔

حسنِ اتفاق انتخاب موضوع کی موزونیت نے ترتیب و تخریج میں اور آسانیاں پیدا کر دی یعنی ایک ایسے عنوان پر کام کیا گیا جس کو وسعتِ نظر سے بیان کرنے کی شدید ضرورت تھی، کیوں کہ اس کتاب میں جس عنوان کو موضوع تحریر بنایا گیا ہے ہر فردِ بشر کو اُس پر عمل پیرا ہونا اشد ضروری ہے۔ سیدی موصوف نے یہ رسالہ عنایت کر کے دعاؤں سے نوازا اور حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے امور کی انجام دہی کی بھی تلقین فرمائی۔

پھر کیا تھا والدہ محترمہ سے اجازت طلب کی اور دعا کی درخواست کی اور خدائے تعالیٰ کی ذات کاملہ پر اعتماد کرتے ہوئے ترتیب و تخریج احادیث، تسہیل و تشریح کا کام شروع کر دیا، ترتیب کی بہ نسبت تخریج احادیث کا کام زیادہ دقت طلب تھا، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ گذشتہ چند ماہ کی مدت میں یہ امر اہم بھی پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ لہٰذا اس مخطوطے کو نئی ترتیب، حسنِ اسلوب، تسہیل و تخریج، مناسب ٹائٹل، دیدہ زیب ڈیزائننگ کے ساتھ منصۂ شہود پر لایا گیا تاکہ قارئین کرام کو پڑھنے اور بات سمجھنے میں آسانی فراہم ہو سکے۔ بامدادِ ارواح انبیا، بتوفیق بزرگاں بڑی آسانی کے ساتھ جملہ مراحل پایہ تکمیل کو پہنچ کر سارے مسائل بھی حل ہو گئے۔

ارشاد فریدی کے مشمولات:

(۱) باب اول ذکر کے بیان میں جو چار فصل پر مشتمل ہے۔

(۲) باب دوم بیعت کے بیان میں جو پانچ فصل پر مشتمل ہے

(۳) باب سوم منظومات کے بیان میں ہے جو مختلف شعرا کے اشعار پر مشتمل ہے

میں نے اپنی بساط کے مطابق مذکورہ رسالہ کا کام نہایت ہی آسان اور سلیس اردو زبان میں کیا ہے اور کہیں کہیں مؤلف خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمہ کی مراد کو بھی اپنی بساط علم اور قرینِ قیاس کے مطابق قارئین کی آسانی کے لیے بصورت تشریح واضح کرنے کی کوشش کی ہے ،اس کے علاوہ موضوع سے متعلق اور بھی کچھ اضافی باتیں شامل گئی ہیں، حتی المقدور حوالہ جات کا میں نے التزام کیا ہے، تاہم اس میں کمی وخامی کا امکان ہے۔

واضح رہے کہ زیر نظر کتاب ”ارشاد فریدی“ ایک سوا کیس سال پرانا قلمی نسخہ تھا جس کو کمپیوٹرائز ٹائپنگ کے ساتھ فارسی جملوں کو اردو جملوں میں تبدیل کر کے کما حقہ مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش وکاوش کی گئی ہے، قارئین سے گزارش ہے کہ عربی مقولہ ”الإنسان مرکب من الخطأ والنسيان“ کہ انسان تو غلطیوں اور چیزوں کے بھولنے کا مجسمہ ہے، کے تحت معذور جانتے ہوئے ان خامیوں اور غلطیوں پر مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ اب میں اپنے ان تمام محسنین ومشفقین کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں جنھوں نے اس کار خیر میں میرا کسی طرح کا بھی تعاون کیا ہے۔

سب سے پہلے **سیدی بختیار حسن** صابری چشتی کا شکر گزار ہوں کہ حضرت قبلہ صاحب نے اپنے اکابر کی اجازت سے ہمیں اس کام کے لیے مدعو فرمایا۔ وہیں مبارک بادی کے مستحق ہیں برادر کبیر حضرت مولانا **شمشیر عالم قادری** صاحب قبلہ کہ انہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود کتاب کو از اول تا آخر نظر ثانی فرمائی۔

ثانیاً سید ڈاکٹر **شمس الدین احمد ناصح** صاحب کا شکر گزار ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے مختصر اور جامع ”حالات مصنف“ تحریر فرما کر اس رسالہ کے حسن ومعیار کو دوبالا کیا۔ ان جملہ محبین کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں، جنھوں نے اپنی شب وروز کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اس رسالہ کی ترتیب، تصحیح، تبییض، پروف ریڈنگ میں کسی بھی طرح کا تعاون فرمایا۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ ناز میں مزید دعا گوں ہوں کہ خداوند کریم ان تمام حضرات کے اخلاصِ عمل کا اجر اپنے خزانۂ رحمت سے عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبول عام وخاص بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

Email: sarfarazmisbahi13@gmail.com/9598315181

حالاتِ مؤلف

از: ڈاکٹر شمس الدین احمد ناصح شیام پور شریف، دربھنگہ

نحمدہ ونصلی علی نبیہ وحبیبہ محمد آلہ و اصحابہ اجمعین

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے صوفیائے کرام نے جس خلوص ومحبت سے کام کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی اس کا نتیجہ ہے کہ اسلام مختصر مدت میں عالم پر چادر نور بن کر چھا گیا اور ہر ذی شعور نے اس سے اکتسابِ فیض کیا۔

اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نشانیوں کو آج تک باقی رکھا ہے اور اپنے اولیاء کو اس کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ توحید الٰہی اور نبوت کے براہین ہمیشہ ظاہر رہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاے کرام کو کائنات کا والی بنایا ہے اور وہ دنیا میں ذکر الٰہی اور اس کی دلیل بن گئے ہیں، انہوں نے نفس کی پیروی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرلی ہے، عقیدت کی وسعت سمندر سے زیادہ گہری ہوتی ہے اور جب بات تصوف کی ہو تو عقیدت کی معراج رضائے الٰہی سے آسمان کی وسعتوں کو چھونے لگ جاتی ہے۔

خالق کائنات رب العالمین نے انسانیت کے محسن اعظم، ہادی رحمت، نورِ مجسم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ہر دور ہر علاقے میں ایسے افراد مبعوث فرمائے، جنہیں اللہ نے اپنے خصوصی انعام واکرام سے نوازا اور ان سے امت کی ظاہری و باطنی اصلاح کا بندوبست فرمایا۔

ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی علاقہ کسی اللہ والے کے شرف قیام سے مشرف ہوتا رہا ہے، ہندوستان کے خطۂ ارضی صوبہ بہار کے زیر اثر ضلع دربھنگہ زمانۂ قدیم سے ہی تہذیب وتمدن اور علم و معرفت کا مخزن ومعدن رہا ہے، یہ خطہ علمی ساکھ اور معیار کے اعتبار سے بھی بہت مشہور و معروف رہا ہے، ہر دور میں علما صوفیا کی اچھی خاصی جماعت کا پتہ ملتا ہے۔ تاریخ کے اوراق پر جن بزرگانِ دین کا نام اس شہر سے وابستہ ہے ان میں ایک نام از اولادِ پاک حضرت مسعود

العالمین بابا فرید الدین گنج شکر حضرت خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمۃ کا بھی ہے۔

ولادت باسعادت: حضرت خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمۃ ۱۶/رمضان المبارک ۱۲۵۸ھ کو شنبہ کے دن صبح صادق کے وقت سرزمینِ پاکپتن شریف پر والدِ ماجد شاہ تاج محمود فریدی علیہ الرحمۃ کے گھر ہوئی۔ گیارہ اولادِ نرینہ فوت ہونے کے بعد آپ بارہویں اولاد ہیں۔

تعلیم وتربیت: پانچ سال کی عمر میں آپ کو گاؤں کے ایک مکتب میں داخل کیا گیا، زبان میں لکنت ہونے کی وجہ سے حروف تہجی کی ادائیگی میں دشواری ہوتی تھی اور صحیح طرز پر ادا کرنا مشکل ہوتا تھا۔ بابا فرید فرد، قطب عالم، اغیاث ہند سے آپ کو کافی انسیت تھی اکتساب فیض کے لیے بارگاہِ گنج شکر میں حاضر ہوئے گریہ وزاری کرتے ہوئے دل میں نیت تھی کہ لکنت دور ہو جائے اور پڑھنے میں ذوق و شوق بھی پیدا ہو۔ پھر کیا تھا بشارت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ حکم ہوا کہ حضرت شہاب الدین علم علیہ الرحمۃ (جو بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ کے پوتے تھے) کے مزار سے غسل کا پانی پیا کرو، ان کے نام سے فاتحہ دیا کرو تو تمھیں علمِ ظاہر و باطن حاصل ہو جائے گا۔ سات سال کی عمر میں لکنت میں کمی آگئی، مسلسل اٹھارہ سال تک غسلِ مزار کا پانی نوش فرمایا اور تاحیات فاتحہ کرتے رہے۔

ناظرہ خوانی کے بعد حفظ کی ابتدا ہوئی، آپ کے گھر میں ایک قریشی خاندان کی مائی صاحبہ نام کی خدارسیدہ بزرگ رہتی تھیں جو خود حافظ قرآن تھیں انہوں نے آپ کو پورا قرآن حفظ کرایا۔ بارہ سال کی عمر میں آپ حافظ ہو گئے تھے، بعدہ متعدد اساتذہ سے فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث اور قرآن و تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔

روحانی تعلیم: ۱۸ سال کی عمر میں جدی سلاسل میں بیعت ہوئے، ابھی تعلیم باطنی پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ والد گرامی خالق حقیقی سے جا ملے۔ والد بزرگوار نے اپنی ہی زندگی میں اللہ جوایا صاحب گدی نشین سے ارشاد بیعت کرایا لیکن بطرز سابق اب تک ان سے بھی تعلیم مکمل نہ ہو پائی تھی کہ وہ داغ مفارقت دے گئے۔ پھر اللہ جوایا صاحب کے حکم سے دائرۂ صابری کے بزرگ پیر بہادر علی شاہ علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کیا۔

راہِ سلوک و معرفت کے حصول کے لیے بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کے مزار پاک پر جا کر گریہ وزاری کرتے اور درخواست کرتے کہ میں آپ کی اولاد سے ہوں مجھے آپ کے مزار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، نہ کوئی راز کھلتا ہے۔ کسی کامل بزرگ سے میری مکمل بیعت کرادیں جس سے نظر باطنی کھل جائے اور خدارسیدگی کا وسیلہ طے ہو جائے۔

دربارِ فریدی میں آپ کی یہ دعا مقبول ہوئی اور خواجہ محمد حسن قدوسی معشوق الہی علیہ الرحمۃ رامپوری کو عرسِ مبارک کے موقع پر بلوا کر آپ کی مکمل بیعت کرادی۔ خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمۃ نے انہیں سے علم ظاہری و باطنی، صوری و معنوی اور علم لدنی حاصل کر کے بابافرید گنج شکر علیہ الرحمۃ کے مثل فقیر و شہنشاہِ ولایت ہوئے، کل بزرگانِ دین کے سلسلہ ہائے مروجہ معنویہ کے نائب اور محافظ دفتر بھی کہلائے۔

اولادِ ذکور واناث: آپ علیہ الرحمۃ کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں بڑے صاحبزادے کا نام مدد علی، دوسرے مظہر فرید، تیسرے صاحبزادے کا نام غلام جیلانی تھا۔ ایک صاحبزادی کی شادی گدی نشین درگاہ فریدیہ عالیہ پاکپتن شریف کے دیوان حضرت غلام رسول صاحب سے ہوئی اور دوسری صاحبزادی کی شادی برادرزادہ پیر امام علی صاحب جو شجرہ منظوم کے مصنف اور خواجہ محمد حسین علیہ الرحمۃ کے برادرزادہ و خلیفہ سے ہوئی تھی۔

آپ کی اولادِ پاک میں جدامجد کی دعوتی، تبلیغی سنتوں کو زندہ کرنے والی یہ شخصیات بھی قابل شمار ہیں۔

خواجہ مظہر فرید، خواجہ پیر اختیار علی، خواجہ پیر خضر علی شاہ علیہم الرحمۃ والرضوان جنہوں نے دعوت وارشاد میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، بلکہ ان حضرات نے آباو جداد کی مشن پہ کام کر کے ایک جہان کا روشن و منور کیا ہے۔

یہ سلسلہ تاحال اپنی منزل کی جانب زور و شور سے رواں دواں ہے جس کی سجادگی خواجہ پیر عابد فرید صاحبزادہ پیر شاہد فرید دربارِ مظہریہ فریدیہ پاکپتن شریف کے مبارک حصے میں ہے جو پاکستان اور ملک کے دیگر گوشوں میں قوم و ملت کے لیے بیش بہا تبلیغی قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔

تصنیف وتالیف: ارشاد فریدی، تفسیر فریدی، گلزار فریدی، اسرارِ عترت فریدی، حبل المتین فریدی اور سہ حرفیات وغیرہ آپ کی مشہورِ زمانہ تصنیفات میں سے ہے۔

دینی خدمات: حضرت خواجہ محمد حسین ثالث فرید علیہ الرحمۃ نے اپنی پوری زندگی خدمت خلق میں صرف کی، اپنے حلقہ رشد و ہدایت میں لاکھوں بندگانِ خدا کو روحانیت سے مالا مال کیا، آپ کے دائرۂ تبلیغ وارشاد میں پاکستان کے علاوہ ہندوستان بالخصوص صوبہ بہار کے ضلع دربھنگہ، اطراف و مضافات، قرب وجوانب اور متعدد حلقوں میں دینِ اسلام کی روشنی پھیلائی اور گم گشتگانِ راہ کو راہِ حق کا مسافر بنایا۔

آپ کے چہرے کا جمال و کمال ایسا تھا کہ جو کوئی دیدار کر لیتا باآواز بلند اسم ذات کا ورد کرنے لگتا اسی وجہ سے اہل

در بھنگہ نے آپ کو "اللہ والے پیر" کے نام سے موسوم کر دیا تھا۔آپ علیہ الرحمۃ متعدد بار در بھنگہ تشریف لائے اور مریدوں کو شرف دیدار سے مشرف فرما کر تعلیم باطنی سے سرفراز فرمایا۔

آخری بار ۱۳۲۲ھ کو در بھنگہ میں تشریف لائے اور قرب وجوانب کے مختلف علاقوں میں اہل ادارت کو فیض باطنی سے مستفیض فرما کر جماد الثانی کے عشرۂ اخیر ۲۱ یا ۲۲ کو روانہ ہو کر اجمیر شریف پہنچے جہاں چند روز قیام فرما کر وطن عزیز پاکپٹن شریف واپسی کی درخواست پیش کی لیکن سلطان الہند، عطائے رسول خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کے روحانی و باطنی حکم سے پھر در بھنگہ واپس ہوئے۔ ۲ رجب ۱۳۲۲ھ کو محلہ لال باغ میں رونق افروز ہوئے۔

اس جگہ درختوں کی کثرت سے ہریالی اور شادابی کچھ زیادہ ہی تھی، آپ علیہ الرحمۃ نے دو کٹھا دس دھور زمین خرید کر مرید خاص عبدالعزیز (عرف فقیرن صاحب) کے ذمہ چھوڑ دی۔

وصال: اجمیر شریف سے واپسی کے دوسرے روز آپ دردِ سر میں مبتلا ہوئے اور ۹ /رجب المرجب ۱۳۲۲ھ کو دن کے ڈیڑھ بجے بابا فرید الدین گنج شکر کی طرح عین حالت نماز کے سجدہ میں دار فانی کو چھوڑ کر دار بقا کی طرف مراجعت فرما ہو کر وصل شوق میں واصل بحق ہو گئے۔ آپ کا مزار مبارک محلہ لال باغ (بھگت سنگھ چوک) ضلع در بھنگہ بہار انڈیا میں مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

سالانہ عرس مبارک: آپ کا سالانہ عرس مبارک ۸،۹، رجب المرجب کو حضور شمس ثانی بابا تاج الدین احمد چشتی فریدی صابری قادری خلیفۂ رشید حضرت پیر اختیار علی علیہ الرحمۃ تزک احتشام سے منایا کرتے تھے۔ اور اب یہ محفل پیر طریقت، رہبر راہِ شریعت، مرشد حق حضور سیدی سرکار شاہ محمد نور الدین احمد چشتی فریدی صابری قادری صاحب قبلہ مد ظلہ العالی سجادہ نشیں خانقاہ چشتیہ فریدیہ صابریہ قادریہ عالیہ شیام پور شریف کی صدارت و سرپرستی میں دھوم دھام سے منایا جاتا ہے جہاں عاشقوں کا ہجوم ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلماتِ مصنف

مخدوم سیدنا شاہ خواجہ **محمد حسین ثالث فرید** فریدی، چشتی، صابری، نظامی، قادری، پاکپٹنی، در بھنگوی علیہ الرحمۃ از اولاد پاک قطب عالم بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ

الحمد للّٰہ الذی ھدنا صراط المستقیم والصلوہ والسلام علی محمد نبیہ وعلی آلہ واصحابہ الکریم!

سب تعریف اس خدائے پاک وحدہ لاشریک لہ کے لیے ثابت ہے کہ جس نے انسان جیسے ضعیف البیان کو خلعت اشرف المخلوقات سے سرفراز فرمایا اور ہزاروں درودو سلام اس جناب رسالت مآب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے آل واصحاب پر جن کو جمیع امور شریعت وطریقت، طریق بیعت وتوبہ اور کتاب وحکمت کا درجہ عطا فرما کر ہم گمراہان راہِ ضلالت کو ان کے ذریعے صراط مستقیم پر چلایا۔

امابعد! فقیر محمد حسین فریدی بدری چشتی صابری قادری پاکپٹنی در بھنگوی متخلص (از اسرار فریدی) یکے از اولادِ قطب عالم، اغیاث ہند حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ جملہ برادرانِ اسلام کی خدمت میں ملتجی ہے کہ اس زمانے میں اکثر بے علموں اور نافہموں نے بیعت وتوبہ، شریعت وطریقت، اتباع اہل بیت وعترت، اتباع صالحین اور اولوالامر یعنی پیشوا مقرر کرنے میں بہت کچھ کلام کیے ہیں بلکہ بعض خشک ملاؤں نے تو اس سنت مصطفویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصاً ذکر جہر کو اپنی کتابوں اور تصنیفات میں بدعت اور خلاف سنت ہونے کی طرف منسوب کیے ہیں۔

اگرچہ اس قلیل البضاعت کو اپنے ضروری مشغلوں سے اتنی فرصت نہ تھی جو اس طرف کچھ بھی توجہ کرتا لیکن میرے برادر زادہ فقیر اعینی، برخوردار، سعادت اطوار امام علی شاہ، بندہ زادۂ من عاجز اعینی قرۃ العین مظہر فرید چشتی صابری پاکپٹنی، شاہ محمد عبد اللطیف فریدی چشتی صابری در بھنگوی، شاہ محمد عبد العزیز خان، فقیر محمد عبد العزیز (عرف فقیرا)، سید تہور حسین، سید عبد اللطیف دھمواوری، خادمانِ شاہ رکن الدین اور بیگ شاہ زادھم اللہ قدرھم کی بارہا اصرار کی وجہ اس امر کا ارداہ کیا کہ کچھ ایسی آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ جمع کی جائیں جن سے بیعتِ شریعت و طریقت، مروجہ پیران عظام اور ذکر جہر وذکر خفی کی پوری تحقیق ہوسکے۔

لہذا غایت عدیم الفرصتی کے باوجود نہ چاہتے ہوئے بھی عزیز و اقارب کی اطمینان قلبی کی خاطر فضل مولیٰ اور انبیا و اولیاء کی پاک ارواح کی مدد سے ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ بروز منگل اس مختصر سے رسالے کو " ارشاد فریدی " کے نام سے تحریر کیا تاکہ عوام وخواص اور مخلوق الٰہی اس کے مطالعے سے بہرہ مند ہوں۔ باللّٰہ التوفیق وھو خیر رفیق

باب اول (ذکر کے بیان میں)

فصل اول

ذکرِ جہر اور ذکر خفی کا ثبوت اور اس کے فضائل آیات قرآنیہ کی روشنی میں

جاننا چاہیے کہ اُن علمائے ظاہر کو علم معرفت کی تحصیل کے باوجود اس بات کا ادراک نہیں ہو سکا کہ ذکرِ جہر و خفی کی تاکید میں کیا کیا آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد ہوئی ہیں اور کن کن آیات واحادیث کے الفاظ سے ان دونوں مضامین کا ثبوت ہو رہا ہے اور ان دونوں اذکار کے کیا کیا فوائد و فضائل ہیں۔اسی بنا پر انہوں نے اپنے زعم باطل میں آکر ان دونوں کو بدعت اور غیر شرع قرار دیا ورنہ قرآن پاک میں کوئی ایسا پارہ نہیں جس میں اللہ عزوجل نے کھُلے لفظوں میں یا اشارۃً نہ سمجھایا ہو۔یہ دونوں ایسی راہیں ہیں کہ جن سے تمام انبیا علیہم السلام، حضرات اولیائے کرام، شہدا اور صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین حسن أولئک رفیقا کے درجے سے ممتاز ہوتے رہے اور باقی قیامت تک ممتاز ہوتے رہیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَ اَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ ”اے ایمان والو تمہاری کچھ بیبیاں اور بچّے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو“ اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ”تمہارے مال اور تمہارے بچّے جانچ ہی ہیں“۔(پ ۲۸ سورہ تغابن، آیت: ۱۴، ۱۵)

ان دونوں آیات شریفہ میں مال اور اولاد کو آزمائش اور دشمن اس لیے فرمایا کہ جس وقت انسان مال اور اولاد کی محبت میں ذکر حق اور محبت ذات باری سے غافل ہوا وہ اسی وقت اس کے حق میں دشمن ہو جاتا ہے۔چنانچہ بزرگوں نے ان دونوں کی محبت کو مثلِ پانی اور دل کو کشتی کے مثل قرار دیا ہے، اگر پانی کشتی کے باہر رہا تو کشتی اور اہل کشتی دونوں امن میں رہے، اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہوا تو دونوں نے نقصان اٹھایا۔

اسی طرح سے فانی چیزوں یعنی مال و اولاد کی محبت اگر دل میں داخل ہوئی تو نقصان میں پڑا، اور اگر ان کی محبت عارضی طور پر رہی، اور باقی یعنی ذات باری تعالیٰ کے ذکر کی محبت دل میں رہی تو بے شک اس نے امن پایا۔انسان اگر ایسا طریقہ اختیار کرے تو دین و دنیا دونوں کے کام بخوبی انجام دے سکتا ہے ورنہ مال و اولاد ہر حالت میں دشمن ہوتے تو

حضرات انبیا اولیا ہر گزان کے نزدیک نہ جاتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ جو چیز ذکر مولی اور اس کی محبت سے غافل کرے وہی اس کے لیے دشمن ہے۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے اسی کے مطابق فرمایا ہے:

چیست دنیا از خدا غافل بُدن نے قماش و نقرہ و فرزندان و زن

ترجمہ: دنیا کیا ہے؟ اللہ کی یاد سے غافل ہونا نہ کہ ساز و سامان مال و دولت اور بیوی۔

ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعم المال اور اعمال باقیات حدیث میں ذکر نہ فرماتے۔

ارشاد باری تعالی ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ " اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے"۔ (پ ۲۸، سورہ منافقون، آیت ۹)

ان آیات شریفہ میں صاف لفظوں میں اللہ تعالی نے ذکر کی تاکید فرمائی ہے، لہذا ان آیات معظمہ کے موجود ہونے کے باوجود ذکر کا منکر ہونا سراسر خیالاتِ نفسانی و خطراتِ شیطانی کا باعث ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ عزاسمہ نے ذکرِ جہر لسانی اور قلبی یعنی خفی دونوں کے لیے حکم فرمایا: فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ " اللہ نے گھروں میں ذکر کرنے کا حکم دیا ہے تو ان گھروں میں اس کا نام لیا جاتا ہے صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں" ۔(پ ۱۸ سورہ نور۔ آیت ۳۶)

اگلی آیت میں ذکرِ خفی کا یوں حکم ہوا: رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ " وہ مرد جنہیں کوئی سودا اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتا" (ایضا، آیت ۳۷)

اس آیت متبرکہ میں باری تعالی نے ذکرِ خفی کا حکم فرمایا جس کا اثر اور فائدہ اور غلبہ ذکرِ جہر لسانی کی کثرت کے بعد ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ پاک نے فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا " اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو۔ (پ ۲۲، سورہ احزاب، آیت، ۴۱)

ایک اور آیت میں اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہے: وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا " اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑے ثواب تیار کر رکھا ہے"۔ (ایضا آیت: ۳۵) اسی سورت کی ایک دوسری آیت میں یہ حکم ہوا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا" (پ ۲۱، سورہ احزاب آیت: ۲۱)

بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے"۔

اور سورۃ الجمعہ کی ایک آیت میں ذکرِ الٰہی کو کامیابی کا معیار بتایا گیا ہے: وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ (پ۲۸ سورہ جمعہ، آیت: ۱۰)

تشریحِ آیات: ذکرِ الٰہی اللہ کی پسندیدہ عبادات میں سے ایک ہے۔

فرمان نبوی ﷺ: أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ الله (صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۱۶۳)

"اللہ تعالیٰ کو یہ عمل بہت پیارا لگتا ہے کہ تو اس حال میں وفات پائے کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔"

ذکرِ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ دل کو اس کے لیے متنبہ اور بیدار کیا جائے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ رطوبت لسان کا معنی زبان پر ذکر کا آسان ہونا ہے اس کی ضد زبان کا خشک ہونا ہے اور زبان پر جاری ہونے کا مفہوم اللہ کے ذکر پر ہمیشگی کرنا ہے۔ (تفسیر قرطبیؒ، ص: ۲/۱۱۵)

ذکر اللہ سے مراد کسی واجب یا مندوب عمل پر ہمیشگی کرنا بھی ہوتا ہے مثلاً تلاوت قرآن، حدیث پڑھنا، علم پڑھانا، نفلی نماز پڑھنا وغیرہ۔

بسا اوقات معنی کے استحضار کے بغیر ہی ذکرِ لسانی کی وجہ سے ذاکر کو اجر مل جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دوسرا معنی مراد نہ لیتا ہو اور اگر بولنے کے ساتھ ساتھ ذکر قلبی بھی مل جائے تو وہ کامل ذکر ہو جاتا ہے اور اگر ذکر کرنے والا قلبی توجہ کے ساتھ ساتھ ذکر کے معنی پر بھی توجہ دے اور جو ذکر کے اندر اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اللہ کی صفات سے نقائص کی نفی ہے تو اس کا ذکر درجہ کمال میں اور آگے بڑھ جائے گا۔

چنانچہ اگر یہ اشیاء کسی عمل مثلاً فرض نماز، جہاد وغیرہ میں مل جائیں تو ان کا درجہ بھی بڑھ جاتا ہے اور اگر انسان توجہ کو درست کر لے اور خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کر لے تو ان اعمال کا درجہ کامل ترین ہو جاتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذکر لسانی کا مطلب وہ الفاظ ہیں جو تسبیح و تحمید اور تمجید پر دلالت کرتے ہیں اور ذکر قلبی سے مراد ذات اور صفات کے دلائل ہیں اور احکامات جاننے کے لیے اوامر و نواہی کا مکلف بنایا گیا ہے ان کے دلائل اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے اسرار میں غور و فکر کرنا ہے اور ذکر بالجوارح کا مطلب فرمانبرداری میں غرق ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا " اے ایمان والو! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو۔ (پ۲۲، الاحزاب، آیت: ۴۱)

بندوں پر اللہ تعالیٰ نے مختلف اقسام کی نعمتیں اور احسانات کیے جس کی بناء پر انہیں اکثر حالات میں تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لاالہ الااللہ کہنا) اور الحمد للہ کا بکثرت ذکر کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ ذکر کرنے والے بہت زیادہ ثواب اور اچھے ٹھکانے والے بن سکیں۔ بندوں کی سہولت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حد بندی بھی نہیں فرمائی۔

مجاہد فرماتے ہیں: ان کلمات کا ذکر بے وضو، باوضو اور جنبی آدمی بھی کر سکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر اسی طرح ممکن ہے کہ انسان بیٹھا ہوا لیٹا ہوا اور کھڑا بھی ذکر کرتا رہے۔ وقال مجاہد: لا یکون العبد من الذاکرین اللہ کثیرا حتی یذکر اللہ قائما وقاعدا ومضطجعا.(تفسیر ابن کثیر ج،۸،ص: ۱۴۸بیروت)

کثرتِ ذکر سے مراد حد درجہ ذکر سے اشتغال اور ہر حال میں (کھڑے، بیٹھے اور لیٹے) اللہ رب العزت کا ذکر کرنا ہے، شریعت نے اس کی کوئی تحدید نہیں کی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالی: اذکروا اللہ ذکرا کثیرا إن اللہ تعالی لم یفرض علی عبادہ فریضۃ إلا جعل لہا حدا معلوما، ثم عذر أہلہا فی حال العذر غیر الذکر، فإن اللہ تعالی لم یجعل لہ حدا ینتھی إلیہ، ولم یعذر أحدا فی ترکہ إلا مغلوبا علی ترکہ، فقال: فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم باللیل والنہار فی البر والبحر، وفی السفر والحضر، والغنی والفقر، والسقم والصحۃ، والسر والعلانیۃ، وعلی کل حال. وقال عز وجل: وسبحوہ بکرۃ وأصیلا فإذا فعلتم ذلک صلی علیکم ہو وملائکتہ، والأحادیث والآیات والآثار فی الحث علی ذکر اللہ تعالی کثیرۃ جدا، وفی ہذہ الآیۃ الکریمۃ الحث علی الإکثار من ذلک.(تفسیر ابن کثیر ج،۶،ص:۳۸۶ ،بیروت)

ذکر الٰہی کی اہمیت بتاتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جو بھی فرض لاگو کیا اس کی حد بندی بھی فرما دی اور عذر کی حالت میں اس کی سہولت بھی دے دی سوائے ذکر کے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو اس کی حد بندی کی اور نہ ہی اس کے چھوڑنے میں کسی قسم کا عذر قبول کیا مگر ان لوگوں کو معذور قرار دیا جو اس کے چھوڑنے پر بہت زیادہ ہی مجبور ہوں۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُم (پ۵،النساء:آیت:۱۰۳)

”اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔“

یعنی دن ہو یا رات، خشکی ہو یا تری، سفر ہو یا حضر، ذکر کرنے والا غنی ہو یا فقیر، بیمار ہو یا تندرست، چھپ کر کرے یا اعلانیہ کرے، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے۔ چنانچہ جب تم یہ کام کر لو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نچھاور کر دے گا اور اس کے فرشتے تمہارے لیے مغفرت کی دعا کریں گے۔

مصطفی جان رحمت ﷺ کا فرمان ہے :مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّه وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ رَبَّه مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔
اس انسان کی مثال جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا زندہ اور مردے شخص کی سی ہے۔

(بخاري کتاب الدعوات، باب: فضل ذکر اللہ)

قرآن مجید کے بیشتر مقامات میں ذکر الٰہی کا تذکرہ اور اس سے غفلت کی نہی موجود ہے اور ذکر کرنے والوں کی مدح و ستائش اور فلاح کا مدار ذکر اللہ کی کثرت کو قرار دیا گیا ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے۔

اعمال صالحہ کا اختتام بھی ذکر اللہ پر ہی ہوتا ہے مثلاً روزہ، حج، نماز، جمعہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات سے نفع اٹھانے والے ذاکرین کو خصوصی طور پر اولوا الالباب (عقل والے) کہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے سب اعمال کا ساتھی اور روح قرار دیا یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ میں اللہ کا ذکر ہے بلکہ حج، تلبیہ اور حج کے مقصد کی روح اللہ کی یاد اور ذکر ہے۔ جہاد کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر پیوستہ ہے۔ اس لیے برابر کے حریف کا سامنا اور دشمن سے مقابلہ کے وقت اللہ کی یاد کا حکم دیا گیا ہے۔

مصنف کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی'' ذکرا کثیرا'' کے لفظ سے الانتباہ میں ذکر جہر کو ثابت کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ جو کچھ فیضان و برکات اور ترقی ہے سب ذکر جہری میں ہے، کیوں کہ ذکرِ جہر زبانی سے ذکرِ دل جاری ہوتا ہے، ذکرِ دل کی کثرت اور غلبہ کے بعد ذکرِ روح جاری ہوتا ہے جس کے بعد سراسر امن ہے۔ لیکن اس مقام پر سالک کو ذکرِ لسانی کی حاجت نہیں رہتی، ورنہ مبتدیوں کو بغیر کثرت ذکر جہر لسانی کے ذکر دل کا جاری ہونا بالکل محال ہے، علی ہذا القیاس بغیر کثرت ذکر دل کے ذکر روح کا جاری ہونا ایک دشوار امر ہے۔

اسی بناپر اللہ تعالیٰ نے ذکرا کثیرا کے لفظ سے کثرت ذکر جہر کی مکرر تاکید فرمائی،اور حضرات پیران عظام اسی مفہوم کے مطابق ذکر جہر مبتدیوں کے واسطے تجویز فرمایا، سلف سے اِس وقت تمام زمانہ اور ہر قرن میں کُل بُزرگان اسی طریقے سے ایسے ایسے درجات عالیہ کو طے فرمایا اور اسی ذکر کی بدولت مبتدی سے منتہی ہوتے رہے۔ لیکن ذاکر اس طرح ذکر نہ کرے کہ ذاکر اور ذکر دونوں کا علم گم جائے صرف مذکور ہی کا علم باقی رہے اس وقت تک ذکر کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ کسی عارف کامل نے کیا ہی خوب کہا ہے: آئے پر ایسا ذکر کما　　ذاکر ذکر مذکور ہو جا

اور مولانا روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں فرمایا: اذکر اللہ کارے ہر او باش نیست ارجعی بر پائے ہر قلاش نیست

دوسرے مقام پر یوں فرمایا: ذکر کن مذکور تا گردد عیاں۔ یعنی اللہ کو خوب خوب یاد کر ناذکر کے خصائص میں سے ہے مزید یہ کہ کسی بھی وقت منع نہیں ہے بلکہ ہر وقت ثواب پاتا ہے۔(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اردوص:۹۵)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (پ۲۹،المزمل،آیت:۸)

"اور آپ اپنے رب کے نام کاذِکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ٹوٹ کر اُسی کے ہو رہیں۔"

فرمایا :وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ یعنی اپنے محبوب کو یاد کر،اس کی یاد میں یوں گم اور فنا ہو جا یعنی اسے یوں یاد کر کہ اس کے سوا تو ساری دنیا سے کٹ جائے۔

پھر فرمایا کہ اُسے ایسے یاد کر کہ تَبْتِيل ہو جائے یعنی اسے یوں یاد کر کہ تَبَتَّلْ میں دنیا کو بھول گیا تھا، اب تَبْتِيل میں تو اپنے آپ کو اور خود کو بھی بھول جائے۔ گویا تَبَتَّلْ میں دنیا کو بھول جانے کا معنی ہے اور تَبْتِيل میں خود کو بھی بھول جانا مراد ہے۔ یعنی محبوب کو یوں یاد کر کہ نہ دنیا یاد رہے اور نہ تو اپنے آپ کو یاد رہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے یوں یاد کر کہ پہلے تو خود کو دنیا سے الگ کر دے اور پھر خود کو خود سے بھی الگ کر لے۔ ذاکر جب خود کو دنیا سے الگ کر دے تو ذاکر "ذکر" ہو جاتا ہے اور جب خود کو خود سے الگ کر دے تو "مذکور" ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جسے "ذاکر ہمہ ذکر و ذکر مذکور شود" یعنی ذاکر سراپا ذکر ہو جائے تو ذکر مذکور ہو جاتا ہے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے حضرت بندگی شیخ عبد اللہ سے منقول ایک روایت نقل کی کہ مجھ سے پیر

دستگیر بندگی حضرت شیخ قطب الدین حاجی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: " میں بارہ سال صبح سے شام اور شام سے صبح تک ذکر جہر کیا اور جو فائدہ میں نے ذکر جہر میں پایا وہ کسی عبادت میں نہ پایا۔
جب میں قرآن شریف ختم کرتا تھا اور نماز پڑھتا تھا تو ہزار رکعات سے کم نہیں پڑھتا تھا اور جب دعوات اسما کرتا تو ایک لاکھ بار سے کم نہیں کرتا تھا مگر جو فائدہ اور ثمرہ ذکر میں دیکھا ایسا کسی عبادت میں نہیں دیکھا۔ شاہ صاحب نے اپنی کتاب " الانتباہ فی سلاسل اولیاء، القول الجمیل "، میں بھی اکثر مقام پر ذکر جہر کا فائدہ بیان کیا ہے۔(الانتباہ اردو، ص: ۹۵)

سورہ طہ کی ایک آیت میں تو اللہ پاک نے ذکر سے غفلت اور بے پرواہی کرنے والوں کے حق میں سخت وعید نازل فرمائی: " وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى " اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔(پ۱۶، سورہ طہ، آیت: ۱۲۴)

تشریح آیت: اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اُس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی، اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقینا اس کے لیے دنیا کی بہت تنگی والی زندگی ہو گی

ایسا شخص دُنیوی زندگی میں اطمینان اور راحت سے محروم کر دیا جائے گا۔ پیاس کے مریض کی طرح کہ وہ جتنا چاہے پانی پی لے اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی ایسے شخص کی ہوس کبھی ختم نہ ہو گی۔ کروڑوں حاصل کر کے بھی مزید کروڑوں کی خواہش اس کا چین اور اطمینان غارت کیے رکھے گی۔ وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

پتہ چلا کہ ذکر کے بغیر سیری حاصل نہیں اور نہ اطمینان قلبی تو اگر راحت وسکون اطمینان و چین چاہتے ہو تو خوب خوب اللہ کا ذکر کرو۔

ادیب رائے پوری کا یہ شعر ملاحظہ کریں:

خدا کا ذکر کرے ذکرِ مصطفٰی کے بغیر
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے

مصنف علیہ الرحمۃ آگے تحریر فرماتے ہیں :

سورہ زخرف میں ارشاد فرمایا: '' وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ''

اور جسے رَتُوند آئے رحمن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعیّنات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

(پ ۲۵، سورہ زخرف۔آیت: ۳۶)

ان دونوں آیات میں ذکر سے غافل رہنے والوں کو اندھا اٹھانے اور شیطان کے غالب ہونے کی سخت وعیدیں آئی ہیں اس وجہ سے ہمیں بھی ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ حضرات انبیائے کرام کو تو پہلے ہی سے ذکرا کثیرا کا حکم ہوتا رہا ہے اور اسی ذکر کی بنا پر انہیں نبوت ملی۔ جب کہ اسی آیت کریمہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کا چلہ سہ روزہ کرنا ثابت ہے ۔سورہ آل عمران کی ایک آیت میں کچھ اس طرح بیان ہوا: ''وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ'' اور اپنے رب کو خوب خوب یاد کر اور کچھ دن رہے اور تڑکے اس کی پاکی بیان کرو۔(پ ۳، آل عمران، آیت: ۴۱)

تشریحِ آیت: بڑھاپے میں معجزانہ طور پر اولاد کی خوشخبری سن کر اشتیاق میں اضافہ ہوا اور نشانی معلوم کرنی چاہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تین دن تیری زبان بند ہو جائیگی۔ جو ہماری طرف سے بطور نشانی ہو گی لیکن تو اس خاموشی میں کثرت سے صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کیا کرتا کہ اس نعمت الٰہی کا جو تجھے ملنے والی ہے شکر ادا ہو یہ گویا سبق دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری طلب کے مطابق تمہیں مزید نعمتوں سے نوازے تو اسی حساب سے اس کا شکر بھی زیادہ سے زیادہ کرو۔

حضرت زکریا علیہ السلام کہنے لگے پروردگار میرے لئے اس کی کوئی نشانی مقرر کر دے، فرمایا، نشانی یہ ہے تین دن تک تو لوگوں سے بات نہ کر سکے گا صرف اشارے سے سمجھائے گا تو اپنے رب کا ذکر کثرت سے کر اور صبح شام اسی کی تسبیح بیان کرتا رہ۔

عرض کیا: اے میرے پروردگار! میرے (اطمینانِ قلب) کیلئے کوئی علامت مقرر فرما فرمایا: تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین دن تین رات تک لوگوں سے اشارہ کے سوا بات نہیں کر سکوگے۔ (شکرانۂ نعمت کے طور پر) اپنے پروردگار کا کثرت سے ذکر کرو۔ اور صبح و شام اسی کی تسبیح کرو

ان آیات بینات کی روشنی میں ذکر کی ضرورت شدت سے ثابت ہو رہی ہے بلکہ اس سے غفلت اور انکار کرنے والوں کے لیے صاف لفظوں میں ذلت ورسوائی کا ثبوت بھی ہو رہا ہے۔اگر اب بھی منکرین اپنی ناپسندیدہ کردار سے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو یہ اس کی محرومی اور شومیٔ قسمت ہے۔

فصل دوم

ذکرِ جہر اور ذکر خفی کا ثبوت اور اس کے فضائل احادیث کی روشنی میں

ان دو ذکر خیر کے ثبوت اور فضائل میں احادیث مبارکہ اس کثرت سے مذکور ہیں کہ جن سے صحاح ستہ کی تمام کتابیں بھری ہوئی ہیں۔بطور نمونہ چند احادیث نقل کرتا ہوں۔

''عن انس ابن مالك ان رسول الله ﷺ قال اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا قالوا وما رياض الجنة قال حلق الذكر هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه من حديث ثابت عن انس'' (جامع ترمذی، ج۲، ص:۱۸۹، ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ ، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو کچھ میوہ خوری کر لیا کرو، لوگوں نے پوچھا ریاض الجنہ کیا ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر کے حلقے اور اس کی مجلسیں۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث اُس سند سے جسے ثابت نے انس سے روایت کی ہے حسن غریب ہے۔

دوسری حدیث جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

'' عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: يَقُولُ اللهُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي، إِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ، ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ، ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ هُمْ خَيْرٌ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا، تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔ (بخاری، ج۲، ص:۱۱۰۱، کتاب التوحید والرد علی الجہمیۃ وغیرھم)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں، اگر بھری محفل میں یاد کرے تو میں بھی اسے اس سے بہتر محفل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک بالشت آئے میں اس کی جانب ایک گز نزدیک ہو جاتا ہوں، اگر وہ مجھ سے ایک گز قریب ہو تو میں اس سے دو گز نزدیک ہو جاتا ہوں، اگر وہ میری طرف چلتا ہوا آئے تو میں دوڑتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں۔

تشریحِ حدیث: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاکر جب تنہا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ذکر تنہا کرتا ہے اور جب وہ زمین پر مخلوق کا اجتماع منعقد کر کے خود بھی ذکر کرتا ہے اور بندوں سے بھی ذکر کرواتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی عرش پر ارواحِ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی محفل میں اس کے نام کا ذکر کرتا ہے۔ جس مجلس میں بندہ ذکر کرتا ہے وہ کمتر ہے کیونکہ زمین پر یہ اجتماع ہم جیسے گنہگاروں کا ہے جبکہ عرش پر منعقد ہونے والا مجمعِ ذکر ملائکہ کا ہوتا ہے اور وہ بلند تر ہوتا ہے۔

امام ترمذی نے ابواب الدعوات میں ذکر کی فضیلت میں حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ!

اسلامی احکام مجھ پر غالب آگئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں، جسے میں انہماک سے کرتا رہوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللهِ. ''تیری زبان ذکرِ الٰہی سے ہمیشہ تر رہنی چاہیے۔'' (ترمذی، ۲، ص: ۱۷۳، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فصل الذکر)

ذاکر و مذکور کے لیے رب کا وعدہ بھی ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ: پس تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ایک بہت بڑا میثاق اور معاہدہ ہے۔ اس کی شرح ایک حدیث قدسی میں بایں الفاظ آئی ہے: (أَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ)

''میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے پاس ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہت بہتر محفل میں یاد کرتا ہوں ''۔
یعنی اُس کی محفل تو بہت بلند و بالا ہے، وہ ملأ اعلیٰ ملائکہ مقربین کی محفل ہے۔اور کیسی حسین محفل ہوتی ہے:

حضرت امیر خسروؒ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : جس کا منظوم ترجمہ مسعود قریشی صاحب نے کیا ہے :

نمی دانم چہ منزل بُود، شب جائے کہ من بُودم
بہ ہر سُو رقصِ بسمل بُود، شب جائے کہ من بودم

مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون سی جگہ تھی جہاں کل رات میں تھا، ہر طرف وہاں رقصِ بسمل ہو رہا تھا کہ جہاں میں کل رات کو تھا۔

نہیں معلوم تھی کیسی وہ منزل، شب جہاں میں تھا
ہر اک جانب بپا تھا رقصِ بسمل، شب جہاں میں تھا

پری پیکر نگارے، سرو قدے، لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بُود، شب جائے کہ من بودم

پری کے جسم جیسا ایک محبوب تھا، اس کا قد سرو کی طرح تھا اور رخسار لالے کی طرح، وہ سراپا آفتِ دل تھا کل رات کہ جہاں میں تھا۔

پری پیکر صنم تھا سرو قد، رخسار لالہ گوں
سراپا وہ صنم تھا آفتِ دل، شب جہاں میں تھا

رقیباں گوش بر آواز، اُو دَر ناز، من ترساں
سخن گفتن چہ مشکل بود، شب جائے کہ من بودم

رقیب آواز پر کان دھرے ہوئے تھے، وہ ناز میں تھا اور میں خوف زدہ تھا۔ وہاں بات کرنا کس قدر مشکل تھا کل رات کہ جہاں میں تھا۔

عدو تھے گوش بر آواز، وہ نازاں تھا، میں ترساں
سخن کرنا وہاں تھا سخت مشکل، شب جہاں میں تھا
خدا خود میرِ مجلس بُود اندر لامکاں خسرو
محمد شمعِ محفل بود، شب جائے کہ من بودم

اے خسرو، لامکاں میں خدا خود میرِ مجلس تھا اور حضرت محمد اس محفل کی شمع تھے، کل رات کہ جہاں میں تھا۔

خدا تھا میرِ مجلس لامکاں کی بزم میں خسرو
محمد تھے وہاں پر شمعِ محفل، شب جہاں میں تھا

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: درج بالا احادیث سے ذکر جہر اور حلقۂ ذکر کا ثبوت بخوبی ہو جاتا ہے، نیز اس حدیث سے ان حضرات کی فضیلت و بزرگی بھی ظاہر ہوتی ہے جو بزرگوں کے فیوض و برکات سے اکتساب فیض کرتے ہوئے صبح و شام حلقۂ ذکر و اشغال میں شریک ہو کر نعمت باطنی کے حصول سے مشرف ہوتے ہیں۔ کسی عارف نے کیا خوب فرمایا ہے:

اے زردتِ بیدلاں را روئے درماں آمدہ یاد تو مر عاشقاں را مونس جاں آمدہ
صد ہزاراں ہمچوں موسیٰ مست در ہر گوشۂ رب ارنی گو شدہ دیدارِ جویاں آمدہ

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے جامع ترمذی میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ذکر کو جہاد فی سبیل اللہ پر بھی افضل فرمایا ہے: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ أَنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟)) قَالُوا: بَلَى، قَالَ: (ذِكْرُ اللّٰهِ) قَالَ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ: مَا شَيْءٌ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (جامع ترمذی، ج، ۲، ص: ۱۷۳۔ ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء،)

ترجمہ: کیا میں تم کو بہتر عمل نہ بتاؤں جو تمہارے رب کے یہاں بڑا ہی پاکیزہ اور تمہارے درجات میں سب سے بلند درجے والا ہے اور تمہارے لیے سونے چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن سے ملو اس حال میں کہ تم اس کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: جی ضرور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی بھی چیز اللہ کے عذاب سے نجات نہیں دیتی۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ الْعِبَادِ أَفْضَلُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟ قَالَ: الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ قَالَ: لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِهٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا، لَکَانَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ أَفْضَلَ مِنْهُ دَرَجَةً۔ (مرجع سابق)

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کون سے بندے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ فضیلت والے درجے کے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ کافروں اور مشرکوں پر اپنی تلوار چلائے، یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے اور خون سے لت پت ہو جائے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ایک درجہ اس سے زیادہ فضیلت والے ہوں گے۔

مذکورہ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مجاہد جہاد میں اس قدر جان لڑائے کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے مگر ذکر کرنے والے کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا، کیوں کہ اور سب عبادات تو اپنے اوقات میں ہوا کرتے ہیں جیسے نماز مفروضہ کو صرف پانچ ہی وقت اس کے لیے مخصوص ہے برخلاف کثرت ذکر قلبی روحی کے کیوں کہ یہ شغل اور عبادت تو ہر وقتی اور دائمی ہے۔

چنانچہ انہیں برگزیدہ حضرات والا صفات کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ''وہ ہر وقت اپنی نمازوں میں مشغول رہتے ہیں۔ (پ۲۹، سورہ معارج، آیت: ۲۳)

اس مقام میں اللہ پاک نے ذکر کو صلوۃ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کیوں کہ دائمی اور ہر وقتی نماز یہی ہے کہ طالب کے زبان و دل پر کثرت کے ساتھ جاری ہو جائے۔ جیسا کہ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے اس آیت کی شرح میں فرمایا:

پنج وقت آمد نماز رہنموں — عاشقاں خود فی صلوۃ دائموں

یعنی اس میں شبہ نہیں کہ پنج وقتی نماز بھی راہ نموں ہے لیکن عاشقوں کی نماز اسی پر موقوف نہیں وہ اس کے علاوہ بھی ہر وقت نماز ہی میں مشغول رہتے ہیں۔

نے بہ پنج آرام گیرد آں خمار — کہ دراں سرہاست آن پانصد ہزار

یعنی جس کے سر میں پانچ لاکھ پڑھنے کا سودا ہو بھلا وہ صرف پانچ وقت کی نماز سے کیا تسکین پا سکتا ہے۔اسی بنا پر رب نے ارشاد فرمایا:''اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللہِ اَکْبَرُ'' (پ ۲۱، عنکبوت،آیت ۴۵) نماز قائم فرماؤ بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بزرگ تر ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں حلقۂ ذکر میں بیٹھنے والوں کی بھی فضیلت بیان کی گئی ہے:

عن ابی هریره رضی الله عنه قال:قال رسول الله:«ان لله ملائكة،یطوفون فی الطریق،یلتمسون اهل الذکر،فإذا وجدوا قوما یذکرون الله،تنادوا:هلمواالیحاجتیکم،قال:فیحفونهم بأجنحتهم الی السماء الدنیا،قال:فیسألهم ربهم وهو اعلم منهم ما یقول عبادی؟قال:یقولون:یسبحونک و یکبرونک ویحمدونک و یمجدونک.قال:فیقول:هل رأونی؟قال:فیقولون:لا،والله ما رأوک،قال:فیقول:وکیف لو رأونی؟قال:یقولون:لو رأوک کانو اشد لک عبادة،و اشد لک تمجیدا و تحمیدا،و اکثرا تسبیحا،قال:فیقول:فما یسألونی؟قال:یسألونک الجنة،قال:فیقول:و هل رأوها؟قال:یقولون:لا،والله یا رب ما رأوها،قال»فکیف لو انهم رأوها؟قال:یقولون:لو انهم رأوها کانوا اشد علیها حرصا،و اشد لها طلبا،واعظم فیها رغبة.قال:فمم یتعوذون؟قال:یقولون:من النار.قال:یقول:و هل رأوها؟قال:یقولون:لا،والله یا رب ما رأوها.قال:یقول:فکیف لو رأوها؟قال:یقولون:لو رأوها کانو اشد منها فرارا،و اشد لها مخافة.قال:فیقول:فأشهدکم أنی قد غفرت لهم.قال:یقول ملک من الملائکة:فیهم فلان،لیس منهم،انما جاء لحاجة،قال:هم الجلساء،لا یشقی بهم جلیسهم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ زائد فرشتے ایسے بھی ہیں جو چلتے پھرتے رہتے ہیں اور ذکر کی مجالس تلاش کرتے ہیں تو جب وہ ایسی مجلس پا لیتے ہیں جس میں ذکر ہو تو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں یہاں تک کہ ان سے لے کر آسمان دنیا کے درمیان کا خلا بھر جاتا ہے پس جب اہل مجلس واپس ہو جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں،اللہ رب العزت ان سے پوچھتا ہے-حالانکہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ: تم کہاں سے آئے ہو؟تو وہ عرض کرتے ہیں: ہم زمین میں تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح، تکبیر، تہلیل، تعریف اور تجھ سے سوال کرنے میں مشغول تھے۔ اللہ فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ: وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے،اللہ فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: نہیں اے میرے پروردگار، اللہ فرماتا ہے: اگر وہ اس کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی!؟ وہ عرض کرتے ہیں: اور وہ تجھ سے پناہ بھی مانگ رہے تھے، اللہ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے رب تیری جہنم

سے، تو اللہ فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری جہنم کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: نہیں، اللہ فرماتا ہے: اگر وہ میری جہنم کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی!؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ: اور وہ تجھ سے مغفرت بھی مانگ رہے تھے، تو اللہ فرماتا ہے کہ: یقیناً میں نے انہیں معاف کر دیا ہے اور انہوں نے جو مانگا میں نے انہیں عطا کر دیا اور میں نے انہیں پناہ دے دی جس سے انہوں نے پناہ مانگی، فرشتے عرض کرتے ہیں: اے رب ان میں فلاں بندہ گناہ گار ہے وہ وہاں سے گزرا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا، تو اللہ فرماتا ہے: میں نے اسے بھی معاف کر دیا اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والے کو بھی محروم نہیں کیا جاتا۔ (بخاری، ج، ۲، ص: ۹۴۸ کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ)

درج بالا حدیث کے مفہوم سے یہ اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ حلقہ ذکر میں بیٹھنے والا بھی اس کی صحبت اور ہم نشینی کے سبب بخشا گیا اگرچہ ذکر کرنے کی غرض سے نہیں بیٹھا تھا۔ یہ تو ان کا حال جنہوں نے غیر ارادی طور پر حلقۂ ذکر کی مجلس میں شرکت کی تو جو کوئی ذکر کی مجلسیں منعقد کرے اور اسی میں مشغول رہے اس کا کیا مقام و مرتبہ ہو گا اور اس کی مغفرت کی امید بدرجہ اولیٰ اور زیادہ ہو گی۔

احادیث صحیحہ میں ان کے فضائل و مناقب اور بے شمار فوائد موجود ہونے کے باوجود لوگ زبان طعن دراز کرتے ہیں لیکن تعجب ہے ان لوگوں پر جو ان دونوں ذکر خیر خصوصاً ذکر جہر و بیعت کو بدعت قرار دے کر محرومی اور بد نصیبی میں پڑتے ہیں۔

مجاہدہ، کثرت اذکار، تعلیم بزرگاں سے دھوکا، خواہشات نفسانی اور وساوس شیطانی سے ہی بچ کر انسان کی نسبت ید اللہ تک قائم ہوتی ہے ورنہ کثرت ذکر و فکر، توجہ نفس، اور تصور شیخ کے بغیر خیالات نفسانی اور وسوسۂ شیطانی سے بچ کر حصولِ صراط مستقیم اور وصول الی اللہ نہایت مشکل امر ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر اصحاب ظواہر کی واقفیت اصل راہِ حقیقت تک ہوتی تو کبھی ان کے اقوال و افعال میں اختلاف کا وجود نہ ہوتا۔

اس سلسلے میں مصنف علیہ الرحمہ کا مقولہ ملاحظہ فرمائیں:

قول و فعل علمائے ظاہر کا ہوا سب اختلاف قول و فعل علمائے باطن ہوا سب اتفاق

حسد نفسانی کے عدووں سے ہوا ان میں فراق اسرارِ صوفی اس حسد سے دور ہیں اور بے نفاق

بر خلاف علمائے باطن کے کہ ان کی رائے از متقدمین تا متاخرین از شرق تا غرب متفق اللفظ والمعنٰی ہیں۔اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اصل صراطِ مستقیم انہیں حضرات کے حصے میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کتاب، حکمت اور عقل کلی جو قرآن پاک اور احادیث میں مذکور ہے ان ہی اصحاب باطن رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مرحمت فرمایا ہے۔

فصل سوم

ذکر جہر پر معترضین کے اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب

''عنِ الاَشعرِيِّ لَمَّا غزَا رَسولُ اللّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ خَيْبَرَ، أوْ قالَ: لَمَّا تَوَجَّهَ رَسولُ اللّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ، أشْرَفَ النَّاسُ علَى وادٍ، فَرَفَعُوا أصْوَاتَهُمْ بالتَّكْبِيرِ: اللَّهُ أكْبَرُ اللَّهُ أكْبَرُ، لا إلَهَ إلَّا اللَّهُ، فَقالَ رَسولُ اللّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ: ارْبَعُوا علَى أنْفُسِكُمْ، إنَّكُمْ لا تَدْعُونَ أصَمَّ ولَا غَائِبًا، إنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وهو معكُمْ، وأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسولِ اللّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ، فَسَمِعَنِي وأَنَا أقُولُ: لا حَوْلَ ولَا قُوَّةَ إلَّا باللَّهِ، فَقالَ لِي: يا عَبْدَ اللّهِ بنَ قَيْسٍ، قُلتُ: لَبَّيْكَ يا رَسولَ اللّهِ، قالَ: ألَا أدُلُّكَ علَى كَلِمَةٍ مِن كَنْزٍ مِن كُنُوزِ الجَنَّةِ قُلتُ: بَلَى يا رَسولَ اللّهِ، فِدَاكَ أبِي وأُمِّي، قالَ: لا حَوْلَ ولَا قُوَّةَ إلَّا باللَّهِ''۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور جب بھی ہم کسی بلندی پر چڑھتے یا کسی نشیبی علاقہ میں اترتے تو تکبیر بلند آواز سے کہتے۔ بیان کیا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے قریب آئے اور فرمایا اے لوگو! اپنے آپ پر رحم کرو، کیونکہ تم کسی بہرے یا غیر موجود خدا کو نہیں پکارتے بلکہ تم اس ذات کو پکارتے ہو جو بہت زیادہ سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے۔ پھر فرمایا اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہیں ایک کلمہ نہ سکھادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے۔(وہ کلمہ ہے) لاحول ولا قوۃ الا باللہ (طاقت و قوت اللہ کے سوا اور کسی کے پاس نہیں)۔

بعض کم پڑھے لکھے خشک ملّاؤں نے اس حدیث سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ تم جس خدا کو پکارتے ہو وہ گونگا بہرا نہیں ہے بلکہ وہ سب سے زیادہ سننے والا ہے، لہذا اسے زور سے بلانے اور پکارنے کی کیا ضرورت ہے ؟اس طرح قضیہ بنا کر اس مفہوم پر چسپاں کر دیا کہ اس سے ذکر جہر کی نفی ہو رہی ہے کم علمی اور نا فہمی کی بنا پر اسے بدعت قرار دے دیا۔

مصنفؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے ہمیشہ کے لیے ممانعت سمجھنا بہت بُری خطا اور کج فہمی ہے۔ ماہرین فن حدیث اور اصحاب تحقیق نے اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ نماز اور ذکر کے وقت کفار آکر تالیاں بجاتے، قہقہہ لگاتے اور شور و غوغا مچایا کرتے تھے۔ اب چوں کہ اسلام اس وقت سخت کمزور تھا اس لیے حضور ﷺ نے مصلحتاً حدیث مذکور کو ارشاد فرمایا۔

اور حکم فرمایا کہ تم اس خدا کو پکارتے ہو جو سب سے زیادہ سننے والا ہے لہذا اسے زور سے پکارنے کی ضرورت نہیں بلکہ آہستہ پکارا کرو۔ تھوڑی سی عقل و دانش والا سوچ سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے مصلحتاً ان کے ہفوات و بکواس کا جواب دیے بغیر ذکر کو جاری رکھا اور اپنے صحابہ کو حکم دیا، حضور ﷺ نے نہ اُن سے بحث و تمحیص کی اور نہ ہی مناظرہ کیا بلکہ اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت اسلام کا پرچار اور ذاتِ وحدہ لاشریک کی وحدانیت کی تشہیر کے ساتھ ذکر خدا سے آشنائی مقصود تھا لہذا حضور ﷺ نے کفار کی ان حرکات سے بچنے کے لیے آہستہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔

چنانچہ اسی وقت سے نمازِ ظہر و عصر میں قرات میں اخفا یعنی آہستہ سے پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا، اگر خدا کا نام جہر کے ساتھ بولنا مطلقاً بدعت ہے تو اذان، تلاوت، قرآن بالجہر، خطبۂ جمعہ، خطبۂ عیدین اور تکبیرات ارکانِ حج کا حکم بھی قابل نسخ ہے۔ حالاں کہ نہ اس وقت ایسا تھا اور نہ ہی اب ایسا ہے۔ ورنہ اس قیاس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ طریقۂ سلسلہ قادریہ، چشتیہ وغیرہ کے اندر اتنے زمانے سے ذکر جہر جاری ہے معاذ اللہ ! سب کے سب بدعت اور نبی اکرم شافع اعظم ﷺ اور صحابہ کی سنت کے خلاف ثابت ہو جائے گا، ساتھ ہی یہ بھی اشکال ہوگا کہ تعلیمِ طریقت خارج از شریعت ہے جب کہ یہ خیالات سراسر کج فہمی اور ناعقلی پر مبنی ہے۔ مولیٰ کریم ایسے ناقص خیالات اور فاسد گمان سے جمیع برادرانِ اسلام کو محفوظ رکھے۔

جب تک طالب کے زبان پر ذکر کی کثرت لوہار کی ضرب کے مثل جاری نہ ہو جائے قلب پر اس کا جاری ہونا محال اور دشوار ہے۔ بلاشبہ اکثر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ذکر خفی کے ثبوت میں موجود ہیں لیکن یہ آیات واحادیث اُسی ذکرِ خفی کو بتا رہی ہے جو کثرتِ ذکر اور ذکرِ جہر لسانی و قلبی پر غلبہ کے بعد ہی طالب راہِ حق کو میسر آتا ہے۔ ہمارا دعویٰ بھی ہے کہ کوئی طالبِ صادق ہو کر یا کسی شیخ کی نسبت سے ربط پیدا کر کے اس کو آزمالے، بفضلہ تعالیٰ ایک ہی دن میں طالبانِ صادق کے قلب پر جاری ہو جائیں گے۔ عیاں راچہ بیاں

اسی لیے تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ لیکن حجاب نفسی نے علما کو اس فیض و برکت سے محروم کر دیا کہ اب تو ہم عالم ہو گئے کیوں کسی مرفوع سے پوچھیں اس کے باوجود کہ حضرت موسی علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جانے کا حکم ہوا جس کا پورا قصہ سورۂ کہف میں موجود ہے۔ اسی نافہمی کے باعث اکثر تکرار کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ میرے ساتھ ہوا ذیل میں ہدیۂ قارئین کر رہا ہوں:

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ شاہ عبد اللطیف صاحب در بھنگوی منیجر اسلامی یتیم خانہ کلکتہ کی اصرار پر مسجد ناخدا کلکتہ میں میری حاضری ہوئی، بعد نماز فرض تین بار کلمہ شریف بلند آواز کے ساتھ ہم نے پڑھا جو پیرانِ طریقت کے نزدیک فرض ہے اور اسی جگہ حلقہ کے ساتھ ذکر بھی کیا۔ دوسرے روز بعد نماز مغرب مسجد کا مؤذن آکر تحقیری نظر سے مجھے کہنے لگا کہ بعد نماز چلا کر کلمہ نہ پڑھا کیجیے ہم لوگوں کی نماز سنت خراب ہوتی ہے۔ پھر ہم لوگوں نے حوض سے متصل علیحدہ حلقہ بنا کر پیران عظام کی سنت کے موافق بارہ تسبیح کا ذکر جہر کے ساتھ ادا کیا، ذکر سے فراغت کے بعد چند مولوی جمع ہو گئے بلکہ ایک صاحب تو شاہ عبد اللطیف صاحب کے ساتھ آمادہ بہ تکرار ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ پاک نے سورۂ اعراف کے اخیر میں فرمایا ہے: " وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ "اور صبح وشام اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو گریہ وزاری، ڈرتے ہوئے زبان سے آہستگی کے ساتھ اور غافلوں میں نہ ہونا۔ (پ۹، الاعراف، آیت: ۲۰۵)

اس آیت سے یوں حجت قائم کرنے لگے کہ اس آیت میں آہستگی کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے تو تم لوگ ذکر جہر کیوں کرتے ہو؟ یہ بھی کہا کہ سلسلہ نقشبندیہ کے پیرانِ عظام کے نزدیک ذکر جہر کرنا حرام ہے۔

بہر کیف! بحث و تمحیص کے بعد ہم لوگ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے قیام گاہ پر آگئے بعدہ شاہ عبد اللطیف، جناب عبد العزیز عرف فقیرن اور عبد العزیز خان صاحبان اس خیال میں مگن ہو گئے کہ صبح کو اس کا جواب "ارشاد فریدی" سے لکھوایا جائے جو اس وقت طباعت کے لیے تیار تھی۔ کیوں کہ منکرین اپنی قاصرِ ہمت اور اغوائے نفس و شیطان کے باعث مذکورہ آیت کو اپنے بے دلیل دعوے کی نسبت حجت ٹھہراتے ہیں اور خود بھی اس ذکر کی نعمت سے محروم رہتے ہیں اور عوام کو بھی صراطِ مستقیم سے مثلِ شیطان بہکاتے ہیں۔ مولیٰ کریم انہیں عقل سلیم صراط مستقیم نصیب کرے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین الکریم

تہجد کی نماز کی ادائیگی کے بعد مؤلف کتاب ہذا (ارشاد فریدی) بدرگاہِ ایزدی جناب فریدیہ عالیہ علیہ الرحمۃ جدِّ امجدی کے حضور متوجہ و مخاطب ہو کر سو گیا، بفضلہ تعالیٰ اسی حالت میں باطن سے یہ حکم ہوا کہ تم اپنے ہمراہیوں سے کہو کہ کیوں گھبراتے ہو قرآن کھول کر دیکھو کہ جس آیت کا ان مولویوں نے حوالہ دیا ہے وہ سورت مکی ہے اور حالت یہ ہے کہ مکہ میں پہلے اسلام کمزور تھا اسی واسطے جب صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جہر کے ساتھ ذکر کرتے تو کافر آکر ارد گرد جمع ہو جاتے بک بک کر کے شور مچانا شروع کر دیتے تھے۔ چنانچہ سورہ سجدہ بھی مکی ہے اس آیت کے ضمن میں یہ حکم ہوا: " وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ "اور کافر بولے یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیہودہ غُل کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔ (پ، ۲۴، سورہ سجدہ، آیت: ۲۶)

کیوں کہ کافر شور مچا کر پریشان کرتے، چڑھاتے اور تالیاں بجا کر قرآن کی تضحیک کرتے تو مسلمانوں کو مصلحتاً اخفا کا حکم ہوا اس پر یہ آیت کریمہ مکہ میں نازل ہوئی۔

حدیث مبارکہ میں اسی بنا پر حضرتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گونگے اور بہرے خدا کو نہیں پکارتے ہو لہذا عاجزی اور کم آواز کے ساتھ ذکر کرو نماز پڑھ لیا کرو۔ یہی وہ مصلحتیں تھیں جس کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخفا کا حکم فرمایا۔ لیکن کسی نے سچ کہا ہے: دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

جب مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اسلام کی ترقی ہوئی تو سورۂ نور مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جس کے تحت گھروں میں آواز کا بلند کرنا اور ہر جگہ جہر کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم فرمایا۔

سورہ زمر میں اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلٰمِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (پ،۲۵،سورہ زمر،آیت:۲۲)

توکیاوہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہو جائے گا جو سنگ دل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

" اَللهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللهِ ذٰلِكَ هُدَى اللهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ "۔(پ۲۵،سورہ زمر،آیت:۲۳)

اللہ نے بہترین کلام اُتارا ہے،ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزا ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دُہرائے گئے ہیں۔اُسے سُن کر اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں،اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذِکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ راہِ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے۔اور جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اس کے لیے پھر کوئی ہادی نہیں ہے۔

تشریحِ آیت: آیئے ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا قرآن سن یا پڑھ کر ہماری حالت ایسی ہو جاتی ہے؟ کیا ہمارے جسم لرز اٹھتے ہیں یا رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں؟ کیا ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں؟ اگر اکثر نہیں ہوتا تو کیا کبھی کبھی ہی ایسا ہوتا ہے؟

اللہ تعالیٰ تو سورۂ حشر میں فرماتا ہے کہ: لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللهِ (۵۹:۲۱) "اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اُتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔

مقامِ حسرت اور افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر نہ ہو۔حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی متکلّم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پارہ پارہ ہو جاتا۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ اگر ان کے دل قرآن جیسی عظیم کتاب کو سن کر بھی پگھلتے نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ نے ایسی قساوت پیدا کر دی ہے جس پر کوئی بڑی سے بڑی حقیقت بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق ایسے دلوں پر مہر ثبت نہ کر دے جس طرح اس نے یہود کے دلوں پر کی ہے۔(روح البیان جلد ۱۱، ص ۵۶۶)

نعوذ باللہ ثمّ نعوذ باللہ کیا ہماری حالت یہ تو نہیں ہو گئی جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت میں اللہ نے کہا ہے کہ: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔اللہ تعالیٰ قساوتِ قلبی سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیشہ اپنے ذکر و فکر میں مستغرق فرمائے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: قرآنِ پاک میں اس قسم کی اور بھی آیات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حلقۂ ذکر و سماع کے وقت وجد، رقت قلب، اور فنائے تامہ پیدا ہوتا ہے۔

سماع صوفیہ کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا ذکرِ طریقت ہے جس کو مُلّایانِ خشک ناجائز قرار دیتے ہیں اور بہتان سلاسل نقشبندیہ کے پیرانِ عظام کو لگاتے ہیں۔حالاں کہ تمام بزرگانِ دین ذکرِ جہر کرتے اور سنتے رہے ہیں۔

خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ذکرِ جہر کے بابت کتاب مذکور میں تعریف اور فضیلت بیان کر چکے ہیں۔

اور یہ بھی اسی عالم واقعہ میں ارشاد ہوا جس کو سورہ انعام میں بیان کیا گیا ہے:'' وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ''۔اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں آدمیوں اور جنوں میں کہ شیطان ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے اور دھوکا دینے کے لیے بناوٹی باتیں بناتا ہے اور تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو انہیں ان کی بناوٹوں پر چھوڑ دو۔(پ۸، سورہ انعام، آیت:۱۱۱)

اس کے معا بعد یہ آیت مذکور ہے: '' وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ''۔اور اُسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور وہ بے شک حکم عدولی ہے اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو تو اس وقت تم مشرک ہو۔(ایضاً، آیت:۲۱)

اور سورہ جن میں ارشاد فرمایا: " وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا "۔اس پر انہیں جانچیں اور جو اپنے رب کی یاد سے منھ پھیرے وہ اسے چڑھتے عذاب میں ڈالے گا"۔(پ۲۹،سورہ جن،آیت:۱۷)

اور پھر سور نجم میں ارشاد فرمایا: " فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى " جو ہماری یاد سے پھرا تم اس سے منھ پھیر لو اور اس نے صرف دنیا کی زندگی چاہی یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور اسے بھی جانتا ہے جس نے راہ پائی۔ (پ۲۷،النجم،آیت:۲۷)

پھر ایسے لوگوں کے لیے سورہ محمد میں ارشاد فرمایا: " وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْاَنْعٰمُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ " بے شک اللہ انہیں داخل فرمائے گا جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں اور کافر برتتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھائیں اور آگ میں ان کا ٹھکانا ہے۔ (پ۲۶،سورہ محمد،آیت:۱۲)

پھر سورہ محمد میں فرمایا: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ" یہ وہ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر کردی اور اپنی خیالات و خواہشات کے تابع ہوئے۔(ایضا،آیت:۱۵)

ان آیات بینات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جو ذکر جہر اور پیغام رسانی کا سلسلہ بند کرے اس کے دل میں نفس اور شیطان نے وسوسہ ڈالا ہے۔چاہے باپ ہو یا بیٹا یا دوست تم اس کا کہا مت مانو بس تم اپنے کام میں مستعد رہو پھر اس کے بعد بیداری ہوگی پھر علم بدلے گا پھر خیالات بدلیں گے۔

افسوس! اس ملک کو کم علم بے بضاعت لوگوں نے طمع نفسانی کے واسطے وعظ سنا کر سنگ دل اور راہِ راست سے بے راستہ کر دیا، بلکہ بزرگوں اور ان کے اہل خانہ جن کے گھروں سے یہ تعلیم طریقت چلا آتا تھا اس اِرث سے محروم کرادیا بلکہ امامین صاحب کے ختم دلانے اور سوز و دیاد سے بھی منع کر دیا۔جب کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں قرآن اور اہل بیت کا وسیلہ بتادیا تھا لیکن اب وسیلہ سے بھی تم محروم کر رہے ہو۔آپ ہی بتائیں کہ اب ہم تیسرا کون سا وسیلہ پکڑیں یا خود تمہارا وسیلہ معلوم ہو کہ اس ملک میں بہت کم خاندانی لوگ ہیں جن کے خاندان میں ورثہ کے طور پر یہ تعلیم طریقت مرفوعی طور سے چلی آئی ہو کیوں کہ خاندانی لوگوں کے نطفے میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔

خدائے پاک ان کو علم طریقت کا صراط مستقیم عطا فرمائے۔

اور بعض لوگوں کے دل میں یہ بھی جم گیا ہے کہ قرآن شریف میں جو حکم آگیا تو اول سے آخر تک وہی حکم جاری رہتا ہے یہ سراسر غلطی ہے کیوں کہ ناسخ و منسوخ کی بھی بہت سی آیات ہیں۔

جیسا کہ پہلے حکم تھا: لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ تمہارے لیے تمہارا دین اچھا اور ہمارے لیے ہمارا دین اچھا ہے۔ لیکن جس وقت آیات قتال نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ اسی طرح پہلے نماز میں بات کر لیتے تھے لیکن جس وقت وَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ آیت نازل ہوئی تو نماز میں بات چیت کی ممانعت ہوگئی۔

بالکل اسی طرح سورہ اعراف کی آیت مذکور میں " دون الجھر "کا لفظ آواز کے ساتھ ذکر کو ثابت کر رہا ہے خفی کا تو اس میں کچھ بیان نہیں بلکہ جب آواز کے ساتھ ہوا تو آہستگی سے کرنے پر بھی جہر ہی ثابت ہوگا۔

کیوں کہ جو ذکر آواز سے کیا جائے گا خواہ بلند آواز سے ہو یا آہستگی سے وہ ذکر جہر ہی ہوگا۔ کیوں کہ ذکر خفی اس کو کہتے ہیں جو آواز و زبان سے نہ ہو بلکہ صرف دل سے ہو۔ اور جو زبان کا ذکر ہو اس کو کتاب و سنت کے خلاف ثابت کرنا یہ کج فہمی اور ریاکاری مکاری کی دلیل ہے۔

اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أَكْثِرُوا ذِكْرَ اللهِ حَتّٰى يَقُولُوا: مَجْنُونٌ "کثرت کے ساتھ ذکر کیا کرو یہاں تک کہ لوگ تجھے مجنوں کہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر جب تک جہر کے ساتھ نہیں کیا جائے گا تب تک کیسے معلوم ہوگا کہ ذکر قلیل کیا ہے یا کثیر؟ صرف کثرت کے ساتھ کرنے کے باعث مجنون کہہ سکتے ہیں، اس سے ذکر خفی کبھی مراد نہیں لے سکتے، اگرچہ خفی ذکر بھی کثرت کے ساتھ ہو سکتا ہے لیکن خفی ذکر کرنے والے کو کوئی کس طرح جان سکتا ہے کہ ذکر کیا یا نہ کیا اور قلیل کیا یا کثیر کیا۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوگیا کہ آیت میں "ذکرا کثیرا" سے ذکر جہر کثرت کے ساتھ مراد ہے۔ اور ریا کا اندیشہ اس میں نہیں ہو سکتا ہے۔

مخالفین کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ذکر جہر کرنا ریا سے خالی نہیں تو ہم یہ سوال کرتے ہیں نماز و وظائف اور دیگر عبادات مالی و بدنی میں بھی منکرینِ ذکر جہر کے قول کے مطابق ریا ہو سکتا ہے کیوں کہ وہ ساری عبادتیں لوگوں کے سامنے کی جاتی ہیں۔ لہٰذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ذکر جو جہر کے ساتھ کیا جائے وہ تو ریا سے خالی نہیں ہو سکتا ہے اور دیگر

عبادات باوجودیکہ لوگوں کے سامنے کی جائیں اور وہ اُس ریا کی بُرائی سے بری اور خالی ہو، اگر یہ ریا ہوگا تو صرف ذکر ہی میں نہیں ہو سکتا بلکہ ہر ایسی عبادت میں اس کا شائبہ ہوگا جو لوگوں کے سامنے کی جائے۔

ریا بے شک ایک اوصاف ذمیمہ ہے لیکن دل کی نیت پر موقوف و منحصر ہے حدیث " انما الاعمال بالنیات" کے مطابق۔ لہذا معلوم ہوا کہ ذکر ہو یا نماز یا دیگر مالی بدنی عبادات چاہے چھپا کر کیا جائے یا دکھا کر دونوں میں ریا ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ہے۔ وہ اس طور سے کہ اگر ہماری نیت میں یہ ہو کہ ایسے موقع و محل پر چھپا کر ذکر یا نماز ادا کی جائے جس سے لوگوں کو آگاہی ہو جائے کہ لوگ ہمیں ذاکر اور نمازی سمجھیں تو یہ ریا ہوگا۔

اور بھی دیگر عبادات میں ہو سکتا ہے جو ریا کی نیت سے دکھاوے کے لیے کیا جائے اور اس سے سُمعت و شہرت مراد ہو۔

تشریح : ریاکاری، نام و نمود اور شہرت کا جذبہ، نہایت قبیح عادت اور برے اخلاق و کردار میں سے ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں اس بات کو بڑی اہمیت دی گئی کہ بندۂ مومن جو بھی نیک کام کرے وہ اللہ کے لئے کرے، اس کا دل اخلاص وللہیت کے جذبہ سے معمور ہو، اس کا مقصد عمل صالح سے اللہ کی رضاجوئی اور خوشنودی کا حصول ہو نہ کہ نام و نمود اور لوگوں میں اپنے کو بڑا ظاہر کرنا یا ان کی تعریف اور دنیاوی فائدہ حاصل کرنا ہو۔

اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے، اسے وہ نیکی ہرگز قبول نہیں جس کے کرنے میں بندہ مخلص نہ ہو، اللہ کی رضاجوئی چھوڑ کر کسی اور کو خوش کرنے یا دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے وہ نیکی انجام دی گئی ہو۔ ریاکاری، اخلاص کے منافی اور اس کی ضد ہے۔

اخلاص کا مطلب ہے کوئی کام خالص اللہ کیلئے کرنا جبکہ ریاکاری کا مطلب ہے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو دکھانے کے لئے کوئی کام کیا جائے تاکہ وہ تعریف کریں، عزت افزائی کریں یا ان سے کوئی اور دنیاوی فائدہ حاصل ہو۔ اس قبیح عادت کے لئے " ریاء " (دکھلاوے) کی تعبیر قرآن پاک میں جابجا استعمال ہوئی ہے جبکہ احادیث میں اس مفہوم کے لئے ریاء کے علاوہ " سمعہ " (سنانے) کی تعبیر بھی آئی ہے۔

ریا کا تعلق قوت بصارت (دیکھنے دکھانے) سے ہے جبکہ سمعہ کا تعلق قوت سماعت (سننے سنانے) سے چنانچہ بعض اہل علم نے ان دونوں میں یہ فرق بھی کیا ہے کہ کوئی عمل لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا جائے اور لوگ اس کو دیکھ لیں تو یہ " ریاء " ہے جبکہ " سمعہ " یہ ہے کہ بندہ کوئی عمل اور نیکی اللہ کے لئے کرے یا چھپ کر کرے لیکن پھر

شہرت پانے یا لوگوں کی خوشنودی پانے یا ان سے کوئی فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے اپنی نیکی کا چرچا کرے اور لوگوں کو سنائے کہ میں نے فلاں کام کیا اور فلاں نیکی بھی میں نے کی وغیرہ۔

الغرض ریاء وسمعہ (نیکی اور عمل صالح پر لوگوں کی خوشنودی اور ان سے فائدہ حاصل کرنے کا جذبہ) نہایت قبیح عبادت اور اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ اخلاص کے بجائے ایسی مذموم اور فاسد نیت سے نہ صرف یہ کہ نیکی ضائع ہو جاتی اور بندہ اجر و ثواب سے محروم رہ جاتا ہے بلکہ یہ شدید عذابِ الٰہی کا بھی باعث ہے۔

(فتح الباری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ، ص: ۶۶۶، ۶۶۵۔ باب ۳۶۔ حدیث نمبر: ۶۴۹۹)

فصل رابع

حلقۂ ذکر اور مراقبہ کا بیان

صوفیائے کرام کے یہاں مراقبہ کے بہت سے طریقے رائج ہیں۔ اور مشائخ کے یہاں ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو ادھر ادھر کے خیالات سے فارغ کرکے پورے اطمینان سے ذات باری تعالیٰ کی طرف اپنے شیخ کامل کے توسط سے متوجہ ہوا جاتا ہے۔ بزرگان دین کے یہاں ذکر کے لیے جمع ہو کر گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ کر ذکر کرنا متقدمین سے لے کر آج تک مروّج رہا ہے اور یہ تمام سلاسل میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔ بعض جہری ذکر کرتے اور بعض تلاوت قرآن مجید اور حمد و نعت کی صورت میں حلقہ ذکر قائم کرتے ہیں۔ مقصد سبھی کا ایک ہے یعنی کچھ دیر کے لیے دنیا ومافیہا سے تعلقات توڑ کر ہمہ تن اپنے خالق ومالک کی طرف متوجہ ہو جائے۔

اس قسم کے حلقۂ ذکر و مراقبہ کی اصل درج ذیل حدیث شریف ہے۔

عَنْ انس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ الله صلّى الله عليه وسلم اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ۔ (الجامع للترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تم جنت کے باغوں کے قریب سے

گذرو تو خوب کھالیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جنت کے باغ کون سے ہیں؟ فرمایا ذکر کے حلقے یعنی گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ کر ذکر کرنا۔

اس حدیث شریف کی شرح میں برصغیر پاک وہند کے مشہور محدث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

ودرایں حدیث دلیل است برآں کہ تحلیق برائے ذکر مشروع است۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر کے لیے گول دائرہ بنانا شریعت مطہرہ کے مطابق ہے۔ ذکر اللہ کے لیے جمع ہونا، ذکر کرنا، سننا، بلکہ خاموشی سے ذکر والوں کی مجلس میں بیٹھنا بھی باعثِ برکت و نزولِ رحمت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " قَالَ رَسُوْلُ الله صلّی الله علیه وسلم لَایَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُونَ الله اِلَّا حَفَّتْهُمُ المَلَائِکَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَکِیْنَةُ وَ ذَکَرَهُمُ الله فِیْمَنْ عِنْدَهٗ''۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۱۹۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی قوم ذکر اللہ کے لیے بیٹھتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان پر رحمت الٰہی چھا جاتی ہے اور ان پر اطمینان و سکون نازل ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ ان ذکر کرنے والوں کو اپنے مقرب فرشتوں میں یاد فرماتا ہے۔

مذکورہ احادیث سے حلقہ و مراقبہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اسی لیے صوفیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے ذکر قلبی کی مشق کرنے اور اس کو جاری کرنے کے لیے مراقبہ کو نہایت اکسیر قرار دیا ہے۔ مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب فراغت ہو آنکھیں بند کرلیں اور اگر کپڑا میسر ہو تو اپنے سر ڈال لیں، دل سے تمام خیالات محو کرکے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو موجود سمجھ کر یہ تصور کریں کہ اللہ کا ذکر ہو رہا ہے، اور حضور نبی کریم ﷺ کا فیض اللہ والوں کے سینوں سے ہوتا ہوا میرے قلب میں پہنچ رہا ہے۔

جس طرح ہم اندھیرے میں ٹارچ جلاتے ہیں تو اس سے روشنی کی شعاع نکلتی ہے جس کی وجہ سے سامنے ہر چیز واضح ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ تصور کریں کہ ایک نورانی شعاع ہمارے قلب میں پہنچ رہی ہے اور ہمارا قلب منور ہو رہا ہے۔ اس طریقے سے معرفت الٰہی کا راستہ سہل و آسان ہو جاتا ہے۔

مصنف قطب الارشاد حضرت الحاج فقیر اللہ علوی مراقبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَلْمَرَاقَبَۃُ وَھِیَ اَشْرَفُ اَسْبَابِ الْوُصُوْلِ وَاَسْھَلُ طُرُقِ حُصُوْلِ الْمَعْرِفَۃِ وَاَقْرَبُھَا وَھِیَ مُشْتَقَّۃٌ مِنَ التَرَقُّبِ وھُوَ انْتِظَارُ الْمَطْلُوْبِ اَوْ مِنَ الرَّقِیْبِ وَھِیَ مُحَافَظَۃُ الْقَلْبِ۔(قطب الارشاد صفحہ ۵۶۱)

مراقبہ وصول الی اللہ کے اسباب میں زیادہ معتبر اور معرفت الٰہی کے حصول کا آسان اور قریب تر راستہ ہے، مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور اسکا مقصد ہے مطلوب حقیقی کا انتظار کرنا یا رقیب سے مشتق ہے اور اسکا مقصد ہے اپنے قلب کی حفاظت کرنا۔

خواجہ احمد سعید فرماتے ہیں مراقبہ کا مادہ رقب ہے جسکا معنٰی ہے انتظار کرنا اور مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ سالک بغیر ذکر اور بغیر رابطۂ شیخ اپنے دل کو خیالات فاسدہ سے محفوظ رکھ کر پوری طرح اللہ تعالیٰ کے طرف دھیان رکھے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ ہر وقت ذات الٰہی کی طرف متوجہ رہے تاوقتیکہ بلاشرکت غیر، توجہ الی اللہ اس کی عادت بن جائے۔اس کو حضور بھی کہتے ہیں اور ذکر سے مقصود بھی یہی ہے۔

ذکر خفی

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: " اور صبح وشام اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کیا کر، عاجزی اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ، اور اہل غفلت میں سے مت ہونا"۔(الاعراف:۲۰۵)

ذکر خفی سے مراد وہ ذکر جو مخفی اور پوشیدہ ہو، ذکر اللہ خواہ قلبی ہو یا زبانی انفرادی ہو خواہ اجتماعی، اس کی فضیلت واہمیت مسلم ہے۔ لیکن قرآن وحدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ذکرِ قلبی کی فضیلت بدرجہ اولیٰ ذکرِ زبانی سے زیادہ ہے۔البتہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے پر خصوصی فضل فرمانا چاہے اور اپنے حضور اسے خوش قسمت بندہ لکھ دے اور اس کو یہ توفیق دے کہ ہر وقت زبانی ذکر بھی کرتا رہے اور اس کا دل بھی اسی کے موافق ذکر میں مشغول رہے اور اسے زبانی ذکر سے قلبی ذکر کی طرف ترقی حاصل ہو جائے۔ یہاں تک کہ اگر زبان خاموش ہو پھر بھی دل خاموش نہ ہو، اسی کو ذکرِ کثیر کہا جاتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو، تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو تم سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

ذکر قلبی کی فضیلت

امام احمد بن حنبل، ابن حیان، بیہقی وغیرہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ، وَخَيْرُ الرِّزْقِ مَا يَكْفِي"

"بہترین ذکر خفی ہے، اور بہترین رزق وہ ہے جو انسان کے لئے کافی ہو جائے"

اذْكُرُوا اللَّهَ تَعَالَى ذِكْرًا خَامِلًا قَالَ: فَقِيلَ: وَمَا الذِّكْرُ الْخَامِلُ؟ قَالَ: الذِّكْرُ الْخَفِيُّ "اللہ کو یاد ذکر خامل کے ساتھ کرو پوچھا گیا ذکر خامل کیا ہے فرمایا ذکر خفی ہے"۔ (الزھد والرقائق حدیث ۱۵۵۔ المؤلف: عبد اللہ بن المبارک)

خاص خاص حالات اور اوقات میں جہر ہی مطلوب اور افضل ہے ان اوقات و حالت کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے واضح فرما دی ہے، مثلاً اذان و اقامت کا بلند آواز سے کہنا، جہری نمازوں میں بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنا، تکبیرات نماز، تکبیراتِ تشریق، حج میں تلبیہ بلند آواز سے کہنا وغیرہ، اسی لئے فقہاء رحمہم اللہ نے فیصلہ اس باب میں یہ فرمایا ہے کہ کن خاص حالات اور مقامات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قولاً یا عملاً جہر کرنے کی تلقین فرمائی ہے وہاں تو جہر ہی کرنا چاہئے، اس کے علاوہ دوسرے حالات و مقامات میں ذکر خفی اولیٰ وانفع ہے۔

اصل ذکر اور ذکر حقیقی وہ ذکر قلبی ہے اور ذکر لسانی کو اس لیے ذکر کہا جاتا ہے کہ وہ ذکر قلبی کا ترجمان ہے اس لے کہ اگر کوئی شخص دل سے کسی کی یاد میں محو ہو اور زبان سے ساکت ہو تو وہ ذاکر سمجھا جاتا ہے لیکن اگر زبان سے کسی کا نام لے اور دل میں کوئی اور بسا ہوا ہو تو حقیقت شناس لوگوں کے نزدیک یاد کرنے والوں میں اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔

حدیث شریف میں منقول ہے کہ وہ ذکر خفی ستر درجہ افضل ہے جسے حفظہ (یعنی اعمال لکھنے والے فرشتے) بھی نہیں سنتے چنانچہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو حساب کتاب کے لئے جمع کرے گا تو حفظہ (اعمال لکھنے والے فرشتے) وہ تمام ریکارڈ لے کر حاضر ہوں گے جنہیں انہوں نے اپنی نوشت اور یادداشت میں محفوظ کر رکھا ہو گا وہ تمام ریکارڈ دیکھ کر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ دیکھو میرے بندوں کے اعمال میں اور کیا چیز باقی رہ گئی ہے (جو تمہارے اس ریکارڈ میں نہیں ہے) وہ عرض کریں گے! پروردگار! بندوں کے اعمال کے سلسلہ میں جو کچھ بھی ہمیں معلوم ہوا اور جو کچھ بھی ہم نے یاد رکھا ہم نے اسے اس ریکارڈ میں جمع کر دیا ہے، اس ریکارڈ میں ہم نے ایسی کوئی چیز

محفوظ کرنے سے نہیں چھوڑی جس کی ہمیں خبر ہوئی ہو تب اللہ تعالیٰ بندہ کو مخاطب کر کے فرمائے گا کہ میرے پاس تیری ایسی نیکی محفوظ ہے جسے کوئی نہیں جانتا اور وہ ذکر خفی ہے میں تجھے اس نیکی کا اجر عطا کروں گا۔(مسند أبي يعلى، أحمد بن علي بن المثنى، الموصلي، حديث نمبر ۴۷۳۸)

محقق و محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کی ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ الله صلّى الله عليه وسلم اَلا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَ اَزْكٰهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ وَ خَيْرٍ لَّكُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَ خَيْرٍ لَّكُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقُوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ الله (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۹۸)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے بہتر عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے رب کے نزدیک زیادہ پاکیزہ ہو، جو تمہارے اعمال میں سب سے بلند مرتبہ ہو، جو تمہارے سونا اور چاندی کے خیرات کرنے سے زیادہ اچھا عمل ہو، جو تمہارے لیے اس عمل سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمنوں سے مقابلہ کر کے انہیں قتل کرو اور وہ تمہارے گردنوں پر وار کریں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اَلْمُرَادُ الذِّكْرُ الْقَلْبِیُّ فَاِنَّهٗ هُوَ الَّذِیْ لَهُ الْمَنْزِلَةُ الزَّائِدَةُ عَلٰى بَذْلِ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ لِاَنَّه عَمَلُ نَفْسِیٌّ وَفِعْلُ الْقَلْبِ الَّذِیْ هُوَ اَشَقُّ مِنْ عَمَلِ الْجَوَارِحِ بَلْ هُوَ الْجِهَادُ الْاَكْبَرُ“۔(مرقاۃ المفاتیح صفحہ نمبر ۲۲ جلد ثالث)

اس ذکر سے ذکر قلبی مراد ہے۔ یہی وہ ذکر ہے جس کا مرتبہ جان و مال خرچ کرنے سے بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ باطنی عمل ہے اور دل کا عمل ہے جو دوسرے اعضاء کے اعمال سے نفس کے لیے زیادہ سخت ہے۔ بلکہ یہی جہاد اکبر ہے۔

ذکر الٰہی کا طریقہ کیا ہے؟

سالک کو چاہیے کہ ابتدا میں ذکر بالجہر یعنی بلند آواز کے ساتھ ذکر نفی و اثبات یعنی لا الہ الا اللہ کا ورد کثرت سے کرے۔ اپنی آنکھیں بند کر کے دوزانو قبلہ رخ بیٹھ جائے ”لا“ کو اپنی ناف کے اوپر اور دل کے نیچے سے کھینچ لے حتیٰ کہ دائیں شانے تک لائے پھر ”الہ“ کے فوراً بعد ”الا اللہ“ کی ضرب زور سے دل پر لگائے یہ ضرب اس قدر

شدید ہو کہ دل پر لگنے کا احساس ہو۔ ذکر کا آغاز آہستہ آواز سے کرے پھر درجہ بدرجہ اپنی آواز میں شدت پیدا کرے، جس کے ساتھ سر کی گردش میں تیزی کرے یہاں تک کہ ایک مجنوں کی سی حالت ہو جائے اور لوگ دیکھیں تو اسے دیوانہ یا پاگل سمجھیں، دوران ذکر خود کو بیخود بناتے ہوئے اس قدر مست ہو جائے کہ اس کے دل میں ذکر کا نور پیدا ہو جائے۔ لا کی مد کا اور الا اللہ کی شد کا خاص خیال رکھنا ہو گا، پھر الہ میں ل کو لمبا کرنا ہے اور ہ کو چھوٹا کرے لا الہ کا حصہ نفی پر مبنی ہے پس اسی سانس میں اثبات کا ذکر کرنا اور فوراً الا اللہ کہنا ہو گا۔ لفظ اللہ کی آخری ہا برکت والی ہے اسے بھی زور سے ادا کرے۔ اللہ ہو کا ذکر کرنا چاہے تو اللہ سانس اوپر کھینچتے وقت کہے اور ہو سانس کو نیچے لاتے وقت، الا اللہ اور ھو سے دل پر ضرب لگائے یہاں تک کہ دل خود بخود ذکر کرنے لگے۔

جب شیخ کامل ذکر قلبی کی تلقین کر دیں اُس کے بعد ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں جانب سینے کے اندر انسان کا دل واقع ہے۔ اس دل میں ذکر اسمِ ذات (اللہ) کا خیال رکھا جائے۔ جس طرح ہمیں پیاس لگتی ہے تو ہمارا خیال پانی کی طرف ہو جاتا ہے۔ مگر ہم زبان سے پانی پانی کا لفظ نہیں پکارتے۔ بس خیال سارا پانی کی طرف رہتا ہے۔ تو جس طرح پیاسے آدمی کا خیال و توجہ پانی کی طرف رہتا ہے اسی طرح یہ خیال دل میں پختہ ہونا چاہیے کہ میرا دل اللہ اللہ پکار رہا ہے۔ اس دوران زبان خاموش رہے بلکہ بہتر ہے کہ تالو کے ساتھ چسپاں رہے اور اس ذکر کا خیال ہر وقت و ہر لحہ رکھنا چاہیے۔ اس کے لیے نہ وضو کی شرط ہے، نہ جسم کی پاکی کی شرط ہے، نہ لباس کے پاک ہونے کی شرط ہے۔ تنہائی بھی شرط نہیں ہے۔ چوبیس گھنٹے آپ اپنے کام میں مصروف رہیں۔ کاروبار کرتے رہیں، سفر میں ہوں یا حضر میں، بازار میں ہوں یا گھر میں، صرف دل میں یہ خیال ہونا چاہیے کہ دل اللہ اللہ پکار رہا ہے۔ اس دوران اگر کوئی دوسرا خیال آئے تو اسے دفع کریں۔

تو اس طرح کا خیال چند دن رکھنے سے دل اللہ کے ذکر میں جاری ہو جاتا ہے اور اس ذکر کے کرنے سے دل پاک و صاف ہو جاتا ہے اور دل میں خشیت و خوف خدا پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے شریعت محمدی ﷺ پر عمل آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

در ابتدا از ذکر گفتن چارہ نبود باید کہ متوجہ قلب صنوبری گردی کہ آں مضغہ ہمچوں حجرہ ایست مر قلبِ حقیقی را و اسم مبارک اللہ را براں قلب گذاری و دریں وقت بقصد ہیچ عضوے را حرکت نہ دہی و بکلیت متوجہِ قلب نشینی و در

متخلیہ صورتِ قلب را جاند ہی و بآں ملتفت نباشی چہ مقصود توجہ بقلب است نہ تصویر صورت آں و معنٰی لفظ مبارک اللہ را بیچونی و بے چگونی ملاحظہ نمائی و ہیچ صفت را باآں منضم نہ سازی۔ (مکتوب نمبر ۱۹۰ دفتر اول حصہ سوم)

یعنی ابتدائے سلوک میں سالک کے لیے ذکر کے سوا کوئی چارہ نہیں، چاہیے کہ اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے کہ یہ گوشت کا ٹکڑا حقیقی قلب کے لیے حجرہ کی مانند ہے۔ اسم مبارک اللہ کو اسی قلب پر گذاریں اور اس وقت جان بوجھ کر کسی عضو کو حرکت نہ دیں بلکہ پوری طرح سے اپنے قلب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے نہ کہ اس کی شکل و صورت کی طرف، لفظ مبارک اللہ کے معنٰی کو بے مثل و بے مثال سمجھتے ہوئے ملاحظہ کریں لیکن اس کے ساتھ بھی کسی صفت کو خیال میں نہ لائیں۔

باب دوم (بیعت کے بیان)

فصل اول

بیعت کی حقیقت

اللہ رب العزت نے کائنات میں بسنے والے لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام مبعوث فرمائے، ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیا بن کر تشریف لائے آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، اس کے بعد امت محمدیہ کے علما صلحا کو ہدایت وارشاد کے فرائض سونپ کر انبیا کا وارث بنا دیا۔

اس خیر الامم امت کے صلحا مصلحین نے یہ ذمہ داری ہر دور میں احسن انداز سے نبھایا، نسل در نسل شریعت کے ظاہری احکام اور باطنی معارف منتقل کرتے رہے اور اس سچے دین پر قائم رہنے اور اس پر کاربند رہنے کا عہد لیتے رہے، اسی عہد اور وعدے کو ''بیعت'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بیعت کی شرح و تفصیل:

بیعت کا لغوی معنیٰ : دینی و دنیاوی امور میں شریعت کی پیروی کرنے کے لیے کسی کو رہبر و رہنما ماننے اور اس کے کہنے پر عمل کرنے کا عہد بیعت ہے۔

بیعت کا اصطلاحی معنیٰ: دینی اصطلاح میں کسی پیغمبر، ولی یا صاحب نسبت بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے گناہوں سے تائب ہونا اور اس بزرگ کی اطاعت کا اقرار کرنا۔

حقیقتِ بیعت : بیعت جو اپنے اندر بیع کا معنی لیے ہوئے ہے شیخ کے ہاتھ بک جانا ہے۔ جس میں اپنے کو شیخ کے ہاتھ احکامِ ظاہرہ و باطنہ کے التزام کے واسطے گویا بیچ دیا۔

جس کی حقیقت یہ ہے کہ طالب کو اپنے شیخ پر پورا اعتقاد اور کلی اعتماد ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے جو مشورہ دے گا وہ میرے لیے نہایت نافع ہو گا۔ اس پر پورا اطمینان ہو۔

اس کی تجویز و تشخیص میں دخل نہ دے۔ یوں یقین رکھے کہ دنیا بھر میں میری جستجو اور میری تلاش میں میرے نفع کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

اس کو اصطلاح تصوف میں وحدتِ مطلب کہا جاتا ہے۔ اس کے بغیر بیعت ہونا نافع نہیں۔ کیوں کہ اصلاح نفس کے لیے شیخ سے مناسبت شرط ہے اور مناسبت کی پہچان یہی ہے کہ اس کی تعظیم اور قول و فعل اور حال پر قلب میں اعتراض نہ ہو۔

بالفرض اگر قلب میں اعتراض آئے تو اس سے رنجیدہ ہو، اور گھٹن محسوس کرے۔ عوام کے لیے بیعت کی صورت البتہ نافع ہوتی ہے۔ بیعت سے ان کے قلب پر ایک عظمت اور شان، شیخ کی طاری ہو جاتی ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے قول کو باوقعت سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے۔ خواص کے لیے کچھ مدت کے بعد بیعت نافع ہوتی ہے۔ بیعت سے جانبین میں ایک خلوص اور تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ شیخ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ ہمارا ہے اور مُرید سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں۔ ڈانواں ڈول حالت نہیں رہتی۔

بیعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اس شخص سے جو داخل اسلام ہوتا بیعت لیا کرتے۔ اور اس سے بُرے اعمال کے ترک اور اچھے کاموں کے کرنے کا عہد لیتے تھے۔ طریقہً بیعت اپنی ظاہری صورت کے ساتھ ایک معنویت بھی رکھتا ہے۔ جسے تصوف کی زبان میں رابطہ یا نسبت کہتے ہیں۔ یہ ایک روحانی قوت ہوتی ہے اور خاموشی کے ساتھ نسبت سے نسبت لینے والے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

اس روحانی قوت کا ایک اور نام بھی ہے جسے قوت افادہ یا افاضہ کہتے ہیں۔ یہ قوت اس وقت تک اپنا اثر نہیں دکھا سکتی جب تک نسبت لینے والے میں قوت استفادہ) حصول منفعت، بہرہ وری، فائدہ اٹھانا، نفع پانا) یا استفاضہ (فیض پانا یا طلب کرنا) موجود نہ ہو۔

دورِ صحابہ: خلفائے راشدین کے دور تک ہر مسلمان کا فرض تھا کہ وہ خلیفہً وقت کی بیعت کرے۔ جب خلافت کی جگہ امارت نے لی تو بزرگوں نے لوگوں سے احکام الٰہی کی تعمیل کے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔ اس کے علاوہ امیر بھی جب برسر اقتدار آتے تو عوام سے بیعت لیتے۔ اسلام میں آج کل بیعت مختلف سلاسل میں لی جاتی ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: قرآن مجید میں متعدد جگہ اس بیعت کا تذکرہ موجود ہے۔

فصل دوم

بیعت کی شرعی حیثیت قرآن واحادیث کی روشنی میں

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ فَمَنۡ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنۡكُثُ عَلٰى نَفۡسِهٖ وَ مَنۡ اَوۡفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيۡهُ اللّٰهَ فَسَيُؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا"(پ۲۶،الفتح،آیت:۱۰)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ کی بیعت کرتے ہیں ان کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ پر ہے پھر جو شخص بیعت کو توڑے گا تو بیعت توڑنے کا وبال اسی پر ہوگا،اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا جس کا بیعت کے وقت خدا سے وعدہ کیا تھا تو خدائے عزوجل جلد اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اور عورتوں کی بیعت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الۡمُؤۡمِنٰتُ يُبَايِعۡنَكَ عَلٰٓى اَنۡ لَّا يُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَيۡـئًا وَّ لَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِيۡنَ وَ لَا يَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ وَ لَا يَاۡتِيۡنَ بِبُهۡتَانٍ يَّفۡتَرِيۡنَهٗ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِنَّ وَ اَرۡجُلِهِنَّ وَ لَا يَعۡصِيۡنَكَ فِىۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ"۔(پ۲۸،سورہ الممتحنۃ آیت:۱۲)

اے نبی! جب آپ کی خدمت میں مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے کوئی جھوٹا بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی یعنی اپنے شوہر کو دھوکہ دیتے ہوئے کسی غیر کے بچے کو اپنے پیٹ سے جنا ہوا نہیں بتائیں گی اور کسی بھی امرِ شریعت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، تو آپ اُن سے بیعت لے لیا کریں اور اُن کے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ بندہ اپنا ہاتھ ولی کے ہاتھ میں دیتا ہے اس ولی کا ہاتھ اپنی مرشد کے ہاتھ میں،ان کا

ہاتھ اپنے مرشد کے ہاتھ میں، یوں یہ سلسلہ چلتا ہوا امام الاولیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تک پہنچتا ہے۔ جنہوں نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پہ بیعت کی اور جس نے سلطان دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پہ بیعت کی اس نے اللہ سے بیعت کی، لہذا جو کسی مرشد کامل کے ہاتھ پہ بیعت کرتا ہے وہ در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تعالی کے وسیلے تک منسلک جاتا ہے۔

اسی کو اللہ تعالی اس انداز سے بیان فرماتا ہے:اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَ اَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِعَھۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ وَ ذٰلِکَ ھُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ"۔(پ ۱۱، توبہ، آیت: ۱۱۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہے اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں،اس کے ذمہ کرم پہ سچا وعدہ تورات ،انجیل اور قرآن میں موجود ہے اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کرنے والا کون ہے ؟ تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

غور کریں اس میں مرد و عورت دونوں سے تمام احکام یعنی توبہ ،افعال ذمیمہ ، چوری اور زنا وغیرہ سے باز آنے اور عہد شکنی کے متعلق وعید، ایفائے عہد کرنے والوں کے واسطے مغفرت کا وعدہ اور اس کے تارک کے حق میں سخت وعید آئی ہے۔

" عن عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عُمَرَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُہٗ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ: مَنۡ خَلَعَ یَدًا مِنۡ طَاعَۃٍ، لَقِیَ اللّٰہَ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ لَا حُجَّۃَ لَہٗ، وَمَنۡ مَاتَ وَلَیۡسَ فِیۡ عُنُقِہٖ بَیۡعَۃٌ، مَاتَ مِیۡتَۃً جَاھِلِیَّۃً"۔ (صحیح مسلم ج، ۲ ص: ۱۲۸، کتاب الامارات، باب الخلافۃ، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ)

جو شخص اپنا ہاتھ بیعت سے کھینچ لے وہ روز قیامت اس حال میں خدا کا سامنا کرے گا کہ جس کے پاس اپنے اس عمل پر کوئی دلیل نہیں ہوگی اور جس شخص کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں ہوگی اور وہ مر جائے تو جاہلیت کی موت مرا ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا جو مرد و عورت بیعت سے محروم ہوا انکار کی شرط کے ساتھ تو وہ ضرور خارج از ایمان ہے اور عدم انکار کی صورت میں اس کے خاتمے کے وقت ایمان دار اٹھنے میں سخت شبہ ہے۔

اسی لیے پیشوایانِ امت اور حضراتِ اولیائے کرام نے بیعت اور ذکر کی ضرورت دمِ آخری یعنی سکراتِ موت تک

بیان کرتے رہے اور خود اسے جاری وساری رکھتے ہوئے ذکر اللہ کی کیفیت سے سرشار ہو کر خالق حقیقی سے مل جاتے۔

بعض صوفیا یہاں تک فرماتے ہیں: " من لا شیخ له فشیخه الشیطان" جو شخص بیعت سے محروم رہا اس کا رہبر شیطان ہوتا ہے۔

نیز پیر کامل تلاش کرنے کے سلسلے میں قرآن پاک میں کثرت اور تاکید کے ساتھ احکام موجود ہے۔

اللہ ارشاد فرماتا ہے : "یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ وَجٰهِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِهٖ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ" اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (پ ٦، سورہ المائدہ۔ آیت: ٣٤)

اور دوسری جگہ سورہ لقمان میں ارشاد فرمایا: " وَّاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ" اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع کراتا ہے تمہیں میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے تو میں بتادوں گا جو تم کرتے تھے۔ (پ ٢١، سورہ لقمان، آیت: ١٥)

اس کے بعد سورہ نساء میں کچھ یوں حکم ہوا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں شریعت و طریقت کے عالم ہیں۔ اس کے مابعد یہ حکم ہے: "فافعلوا ما تومرون" یعنی وہی فعل کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اولو الامر جو حکم کریں انہیں جان و دل سے بجالاؤ۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: فَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا (پ ١٢، سورہ ھود، آیت: ١٠٩)

اور سورۂ انبیا میں فرمایا: فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم نہیں جانتے ہو صاحبانِ ذکر سے پوچھ لو۔

اور سورۂ فجر میں بیان فرمایا: فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنّت میں آجاؤ۔ مولانا روم علیہ الرحمہ نے اسی کی ترجمانی فرمائی:

فادخلی تو در عبادی یافتی	ادخلی فی جنتی در تافتی
فادخلی سے خود خدا فرما چکے	معنیٔ برزخ ہمیں بتلا چکے
ہم اگر اس کو نہ سمجھیں ہے خطا	یہ خطا تو بس بلا ہے بس بلا

یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ اس دن ہم ہر انسان کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔

(پ ۱۵، بنی اسرائیل، آیت: ۷۲)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی جگہیں قرآن میں ایسی آیات موجود ہیں جن سے بیعت کی ضرورت، پیشوایانِ امت کی تابعداری، شیخ طریقت کی فرماں برداری، امام و پیشوا اور نائب وقت کی معیت و صحبت صراحتاً اور اشارتاً ثابت ہوتی ہے۔

'' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي ''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حج کے موقع پر اپنی اونٹنی قصوی پر سوار ہو کر عرفات کے میدان میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے لوگو ! میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر انہیں پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک قرآن مجید اور دوسرے میرے اہل بیت۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص: ۲۱۹ ابواب المناقب باب مناقب اہل بیت، مجلس برکات)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو علم ظاہر اور باطن سے آراستہ تھے ان کی تابعداری ہر مسلمان مرد و عورت پر ضروری ہے۔ اور ان کے نائبین میں جملہ اسلاف واخلاف، بزرگانِ دین اور پیشوایانِ امت کا یہی طریقہ اور دستور رہا ہے کہ یہ حضرات اپنے اپنے وقت کے نائبین کی پیروی اور تابعداری کرتے آئے ہیں اور اس اتباع کو بعینہٖ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع سمجھا جبھی تو ایسے ایسے مراتب عالیہ اور مدارج متبرکہ سے سرفراز ہوئے جن کے مزارات پُر انوار سے آج بھی لاکھوں مخلوق الٰہی فیضان حاصل کر رہی ہے۔

فقیر نے بہت سی آیات قرآنیہ اور صحاح ستہ سے احادیث صحیحہ منتخب کر کے اپنی دونوں کتاب اعلیٰ تفسیر فریدی اور حبل الورید فریدی میں مندرج کر دی ہے جو کہ بیعت صحیحہ اور توبہ سے متعلق ہے۔ نیز پیری مریدی کی اقسامِ ستہ اور ان کے اغراض و مقاصد کو بھی بالتصریح بیان کر دیا گیا ہے۔ اس مختصر سے رسالے میں دوبارہ ان کے تکرار کی گنجائش نہیں ہے جن صاحبان کا جی چاہے ان دونوں کتابوں کے مطالعے سے حظ وافر اٹھا کر فقیر کو دعائے خیر سے یاد و شاد فرمائیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

صرف چند امور جو ان دونوں میں بیان نہیں ہوئے عرض کرتا ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی کتاب القول الجمیل میں فرمایا ہے: بیعت کا مقصد طالب کو اپنے اعمال سیئہ اور افعال قبیحہ و شنیعہ سے خلیفہ وقت کی شہادت کے ساتھ صاحبانِ اجازت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر صحیح اور خالص توبہ کرنے کا نام ہے۔(القول الجمیل)

چوں کہ حضور پر نور، شافع یوم النشور، سید ابرار، محبوب پروردگار اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ تھے اسی وجہ سے حضور ﷺ ''ید الله فوق ایدیهم'' کے شرف سے مشرف و ممتاز ہوئے۔

آپ ﷺ کے بعد آپ کے خلفا، صدیقین اور صالحین مرفوع الاجازت اور صاحب خلافت اور ان کی نیابت کے حقدار ہوئے اور ان نائبین کا ہاتھ حضور ﷺ کی نسبت سے ''ید الله'' تک منسلک ہو جاتا ہے۔ نیز یہ حضراتِ والا صفات اُسی فیض سے مشرف ہو کر اعتقادِ کامل کے ساتھ حضور ﷺ کے اصحاب کے فیوض و برکات میں شامل ہو جاتے ہیں لہذا جب طالب راہِ حق اسی فیض کا متمنی ہو کر ان کی تابعداری کر لے تو اُسی وقت ''**کونوا مع الصادقین**'' کے حکم سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔

بعض صوفیا اور علما کا قول یہ بھی ہے: ''الشیخ فی قومی کالنبی فی امتی''، یعنی شیخ کا درجہ اپنی قوم میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ اپنی امت میں انبیا علیہم السلام کا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے وقت کے پیر و پیشوا سے بیعت صحیحہ لینا اور اعمال حسنہ کا عہد کرنا بعینہ جنابِ وحدت واحدیت سے عہد کرنا ہے کیوں کہ وہ ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں بلکہ انبیا کے وارث بھی ہوتے ہیں۔ اب چوں کہ بیعتِ صحیح لینے کا حکم نہایت مہتم بالشان امر تھا اور ضروریات دین میں کمال درجہ داخل تھا۔ اسی لیے تو حضور ﷺ لوگوں کو بیعت کی نہایت ترغیب و تحریص دلایا کرتے تھے۔

جیسا کہ نسائی شریف کی ایک روایت میں موجود ہے: ''عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا تُبَايِعُونِي عَلَى مَا بَايَعَ عَلَيْهِ النِّسَاءُ أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُونِي فِي مَعْرُوفٍ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَصَابَ بَعْدَ ذَلِكَ شَيْئًا فَنَالَتْهُ عُقُوبَةٌ فَهُوَ كَفَّارَةٌ وَمَنْ لَمْ تَنَلْهُ عُقُوبَةٌ فَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ''۔

(سنن نسائی، کتاب البیعة، باب البیعة علی الجهاد، حدیث نمبر 4162)

عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ مجھ سے ان باتوں پر بیعت نہیں کرتے کہ جن باتوں پر خواتین نے بیعت کی ہے یعنی تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے اور چوری اور زنا کا ارتکاب نہ کرو اور اپنی اولاد کو تم قتل نہ کرو اور تم بہتان نہ اٹھاؤ گے اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان سے اور تم شریعت کے کام میں میری نافرمانی نہ کرو گے اس پر لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ان امور پر کہ ہم میں سے جو شخص کسی بات کا اب ارتکاب کرے پھر دنیا میں وہ اس کی سزا پائے تو اس کا کفارہ ہو گیا اور جو شخص یہ سزا نہ پائے تو اس کی چاہے اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادے یا اس کو دل چاہے عذاب میں مبتلا فرمادے۔

اسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث جو کہ بخاری میں موجود ہے: عن عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللَّهُ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ (صحیح البخاری، ج۱، ص: ۷، کتاب الایمان باب علامة الإيمان حب الأنصار)

عبادہ بن صامت جو جنگ بدر میں شریک تھے اور شب عقبہ میں ایک نقیب تھے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، کہ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور چوری نہ کرنا اور زنا نہ کرنا اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا اور نہ ایسا بہتان (کسی پر) باندھنا جس کو تم (دیدہ ودانستہ) بناؤ اور کسی اچھی بات میں اللہ اور رسول کی نافرمانی نہ کرنا پس جو کوئی تم میں سے (اس عہد کو) پورا کرے گا، تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور دنیا میں اس کی سزا اسے مل جائے گی تو یہ سزا اس کا کفارہ ہو جائے گی اور جو ان (بری) باتوں میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور اللہ اس کو دنیا میں پوشیدہ رکھے گا تو وہ اللہ کے حوالے ہے، اگر چاہے تو اس سے درگزر کر دے اور چاہے تو اسے عذاب دے (عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ) سب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شرط پر (بیعت کرلی)۔

حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت نساء بھی پڑھ کو سنائی تو ہم نے سبھی امور پر بیعت کی۔

ان دونوں حدیث سے تین باتیں تو صاف طور ظاہر ہوتی ہیں:

اول یہ کہ صاحب ارشاد پر لازم ہے کہ طالب سے تمام افعال ذمیمہ، اعمال سیئہ اور شرک باللہ، چوری، زنا اور غیبت و بہتان وغیرہ سے خالص توبہ کروا کر بیعت لے۔

دوم یہ کہ مخلوق الہی کو بیعت صحیحہ کی ترغیب و تحریص دلا کر اس کی طرف رجوع کروائے۔ جیسا کہ تُبَايِعُونِي عَلَى مَا بَايَعَ عَلَيْهِ النِّسَاءُ'' کے مفہوم سے بخوبی ظاہر وثابت ہے۔

سوم یہ کہ آیت شریفہ مذکورہ میں اگرچہ اللہ پاک نے عورتوں ہی کے بیعت کے واسطے فرمایا ہے لیکن حضور ﷺ مردوں سے بیعت کے وقت خاص طور سے اس آیت کی تلاوت فرماتے اور مردوں سے وہی معاہدہ لیتے جو عورتوں سے بیعت کرتے وقت فرماتے تھے۔

مرد و عورت دونوں کو اس حکم میں داخل فرمایا۔ ورنہ حضور اکرم ﷺ مرد اور عورت میں خوب فرق فرما سکتے تھے کیوں کہ قرآن کے مطالب و مفاہیم کو حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی دوسرا سمجھنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

اس کے باوجود صحیح بخاری میں دوبارہ بیعت کرنے کی ترغیب و تحریص کی روایت حضرت سلمہ بن اکوع سے آئی ہے : " عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَدَلْتُ إِلَى ظِلِّ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ أَلَا تُبَايِعُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَيْضًا فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ''۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت رضوان کے بعد ایک درخت کے سایہ کی طرف چلا لوگوں کے کم ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

اے ابن اکوع! آپ نے بیعت نہیں کرنی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں تو بیعت کر چکا ہوں فرمایا مکرر کر لو چنانچہ میں نے دوبارہ بیعت کی ۔ (صحیح بخاری، ج، ا، حدیث: ۲۷۲۷۔ کتاب الجهاد، باب فضل الجهاد والسیر)

اس حدیث میں غور و فکر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تجدید بیعت بھی سنت ہے۔ لہذا حضرات صوفیائے کرام کا ہمیشہ سے ایسا ہی دستور رہا ہے جس طرح وضو پر وضو کرنا زیادتیِ ثواب کا باعث ہے اسی طرح تجدید بیعت بھی باعث ثواب ہے۔

یہاں پر اس حدیث کو نقل کرنے کا ایک خاص مقصد یہ بھی ہے کہ اگر کبھی طالب کو زمانۂ بعید کے بعد

اپنے شیخ کی زیارت ہو اور ملاقات میسر آئے تو بہتر ہے کہ اسی مرشد سے تجدید بیعت کرلے کیوں کہ انسان سے اکثر بھول، چوک یا کوئی گناہ جو خلافِ بیعت و معاہد کے ہو ہی جاتا ہے۔ یا راہِ سلوک طے کرنے میں کسی نفسانی خطرے میں پڑ گیا ہو ان سب صورتوں میں مرشد سے بیعت کرلینا احتیاط اور فائدے سے خالی نہ ہوگا اور کم از کم اسی بہانے مرشد کی نگاہِ توجہ دوبارہ حاصل ہو جائے گی۔ ورنہ بلا وجہ مرفوع الاجازت پیر و مرشد سے کنارہ کشی کرنا یا کسی دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا سراسر بیعت کی برکت کو کھونا ہے اور اپنے آپ کو بدنصیبی میں ڈالنا ہے۔

اہل تصوف نے اپنی تصانیف کے اندر خوب شرح و بسط کے اسے بیان کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے القول الجمیل میں نقل فرمایا ہے: **و اما مسئلۃ السادسۃ فاعلم أنَّ تکرار البیعۃ من رسول اللہ ﷺ ماثور و کذلک عن صوفیۃ اما من الشخصیین فان کان بظهور خلل من بایعه فلاس و کذلک بعد موته او غیبة المنقطعة و اما بلا عذر فانه یسبه المتلاعب و یذهب بالبرکة و یصرف قلوب الشیوخ عن تعهده واللہ اعلم**

حضرت شاہ صاحب چھٹے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: تکرار بیعت حضور ﷺ سے منقول ہے اور اسی طرح حضرات صوفیہ سے بھی منقول ہے، لیکن دو پیروں سے بیعت کرنا اگر خلل ظاہر ہونے کے سبب ہو یعنی اس کا سلسلہ مقطوع ہو مرفوع نہ ہو یا راہِ سلوک کی تعلیم مکمل نہیں ہے، یا وصال کے بعد تعلیم نہ پہنچ سکی، یا انقطاع تسلسل کے سبب اب ملاقات کی تمنا باقی نہ رہی تو ان سب صورتوں میں کوئی حرج نہیں۔ ورنہ بلا عذر دوسرے شیخ سے بیعت کرنا کھیل کود کرنے کے مشابہ ہے اور ہر جگہ بیعت کرنا اس کی برکت کو کھونا ہے اور مرشد کا دل اس کی تعلیم و تہذیب سے پھر جاتا ہے یعنی التفات اور نظر توجہ ختم ہو جاتی ہے۔

فصل سوم (بیعت کی اقسام کا بیان)

اقسام کی تفصیل : بنیادی طور پر بیعت کی چار قسمیں ہیں:

بیعت اسلام، بیعت جہاد، بیعت خلافت اور بیعت علی الاعمال۔

(۱) بیعت اسلام، غیر مسلم سے اسلام میں داخل ہوتے وقت لی جانے والی بیعت کو کہتے ہیں۔

(۲) بیعت جہاد، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جان ومال سے جہاد قتال کرنے پر لی جانے والی بیعت کو کہتے ہیں ۔احادیث میں جہاد پر بیعت کے علاوہ "موت پر بیعت" اور نصرت پر بیعت" کرنے کا بھی ذکر آیا ہے جو درحقیقت " بیعت علی الجہاد" ہی کی صورتیں ہوتی تھیں۔

(۳) بیعت خلافت : خلیفہ وقت کے ہاتھ پر اس کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کی حکومت کو تسلیم کرنے پر بیعت کرنے کو کہتے ہیں۔ بیعت خلافت کا آغاز پہلی مرتبہ " سقیفہ بنی ساعدہ " میں مہاجرین و انصار اور صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا اور سب سے پہلے بیعت خلافت کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ بیعت خلافت کا سلسلہ صدیوں تک عالم اسلام میں رائج رہا۔

(۴) بیعت اعمال: ہر قسم کے گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کا عزم کرنے پر لی جانے والی بیعت کو کہتے ہیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر صحابہ وصحابیات (رضوان اللہ اجمعین) سے ان کے اسلام اور جہاد پر بیعت ہونے کے باوجود "اعمال" کے لیے الگ سے بیعت کیا ہے۔

قرآن وحدیث کی نصوص میں جن اعمال پر بیعت ہونے کا ذکر ہے۔ وہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، روزے رکھنا، حج ادا کرنا، ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنا، امر بالمعروف نہی عن المنکر ، تنگی معاش ہو یا فراخی ، ہر حال میں انفاق فی سبیل اللہ کرنا، ہر حال میں اللہ کے احکام کی اطاعت کرنا، ہجرت کرنا، گناہ کے بعد فورا نیکی کرنا، کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا، شریعت کے معاملے میں کسی کی ملامت اور طعن سے خائف نہ ہونا، ہر معاملے میں اللہ کا تقویٰ اور خوف رکھنا، اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی والی بات کہنا، محبت کرنا، شرک سے بچنا، زناکاری سے دور رہنا، چوری نہ کرنا، لوٹ مار اور ڈاکہ زنی نہ کرنا، شوہر سے خیانت نہ کرنا، غمی میں چہرہ نہ نوچنا، نوحہ نہ کرنا، گریبان نہ پھاڑنا، بالوں کو نہ بکھیرنا، قتل ناحق نہ کرنا۔

عام طورپر یہ سمجھا جاتاہے کہ ''بیعت تصوف ''یا بیعت طریقت'' کاشریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور یہ کہ شریعت میں صرف پہلی تین قسم کی بیعت ثابت ہے۔یہ فکر اور سوچ بہت بڑی غلطی ہے۔احادیث،آثار صحابہ اور تاریخ اسلام میں جس طرح بیعت اسلام ،بیعت جہاد اور بیعت خلافت کاذکر آتاہے۔ایسے ہی ''بیعت اعمال ''کا بھی ذکر ملتا ہے اور ''بیعت تصوف ''درحقیقت یہی ''بیعت اعمال ''ہی ہوتی ہے ۔خطبہ مسنونہ پڑھ کر بیعت ہونے والے کوکلمہ پڑھایا جاتاہے۔اور پھر تمام بداعمالیوں سے دور رہنے اور نیک اعمال پرکاربند رہنے کاعہد لیاجاتاہے۔کیاپھر بھی اسے بدعت اور خلاف شرع کہنے کاکوئی جوازرہ جاتاہے ؟اوپر کی سطروں میں درج کی گئی قرآن وحدیث کی نصوص کو غور سے پڑھیے اور پھر ٹھنڈے دل ودماغ سے فیصلہ کیجئے کہ کیاحقیقت ہے اور کیاپروپیگنڈہ؟

فائدہ:اس آیت سے بیعت کے متعلق تین باتیں معلوم ہوئیں:

(۱)بیعت تصوف کی اصل ثابت ہوئی۔(۲) بیعت کی غرض یہ ہے کہ بیعت کرنے والاشریعت پر عمل کرنے کا عزم رکھے۔(۳)اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ رسمی بیعت جس میں عمل کااہتمام نہ ہو بے فائدہ ہے۔

بیعت تصوف احادیث رسول کی روشنی میں:

(۱)حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:'' ہم سات یاآٹھ یا نوآدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا:''کیاتم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں ہوتے؟اور اس جملے کو تین مرتبہ دہرایاتو ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت ہونے کے لیے آگے بڑھے اور عرض کیا:یارسول اللہ!ہم توپہلے سے آپ سے بیعت ہیں۔ اب ہم آپ سے کس چیز پر بیعت ہوں؟آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اس پر بیعت ہوجاؤکہ تم اللہ کی عبادت کروگے۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کروگے،پنج وقتہ نمازیں پڑھوگے۔(اور ایک جملہ آہستہ سے فرمایا)لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگوگے''۔

(۲)حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ مرتبہ مجھے بیعت فرمایااور سات مرتبہ مجھ سے عہد لیااور سات ہی مرتبہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو میرے اوپر گواہ بناکر فرمایاکہ میں اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈروں۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے چھ دن فرمایا:" جو بات تمہیں بعد میں بتائی جائے گی اسے اچھی طرح سمجھ لینا۔" ساتویں دن آپ نے فرمایا: میں تم کو ہر معاملہ میں اللہ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں چاہے وہ لوگوں کے سامنے ہو یا ان سے پوشیدہ اور جب تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً نیکی کر لو اور کسی سے کوئی چیز ہر گز نہ مانگنا۔"

(۳) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:" رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اس وقت آپ نے فرمایا: آپ حضرات مجھ سے اس پر بیعت ہو جاؤ کہ آپ لوگ نہ تو شرک کرو گے، نہ چوری کرو گے۔ نہ بدکاری کرو گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے، نہ اولاد کا بہتان باندھو گے جسے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان کھڑا ہو اور نہ کسی مشروع عمل میں نافرمانی کرو گے۔

فائدہ: ان تمام احادیث میں جن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لی گئی ہے ایسا نہیں کہ انہوں نے بیعت اسلام کی ہے کیوں کہ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ وہ پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔(چنانچہ پہلی حدیث میں یہ الفاظ کہ" ہم تو پہلے ہی آپ سے بیعت ہو چکے ہیں اب ہم آپ سے کس چیز پر بیعت ہوں"۔اس پر صریح ہیں کہ وہ پہلے اسلام لا چکے تھے اور حضور نے ان سے بیعت "بیعت اعمال" لی تھی۔اسی طرح دوسری حدیث میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے پانچ پانچ اور سات سات مرتبہ بیعت لینا اس پر دلیل ہے کہ یہ بیعت "بیعت اسلام" نہ تھی۔ تیسری حدیث میں یہ الفاظ کہ رسول اللہ صحابہ کی ایک جماعت کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے" اس پر دلیل ہیں کہ وہ جماعت پہلے ہی ایمان لا چکی تھی تبھی تو انہیں "صحابہ کی جماعت" کہا ہے۔ بلکہ یہ بیعت" بیعت اعمال" تھی جو اہل تصوف کے ہاں رائج ہے۔ کیا اب بھی اسے غیر ثابت کہنے کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے؟

بیعت سے متعلق چند فوائد و مسائل:

(۱) بیعت سنت ہے واجب نہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب "القول الجمیل" میں فرماتے ہیں کہ بیعت سنت ہے اس لیے کہ حضور ﷺ سے صحابہ نے بیعت کی اور قرب خداوندی حاصل کیا۔اس پر کوئی دلیل نہیں کہ بیعت نہ کرنے والا گناہ گار ہو گا اور نہ ہی ائمہ میں سے کسی نے تارکِ بیعت پر نکیر کی ہے۔

(۲) حضور ﷺ نے عورتوں سے بیعت کی ہے لیکن جاہل اور فاسق پیروں کی طرح عورت کا ہاتھ پکڑ کر بیعت نہیں کی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ چند عورتوں نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ زبانی بیعت ہی خواتین کے لیے کافی ہے چاہے وہ ایک ہو یا سو۔ اگر کوئی عورت کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرتا ہے یا بلا حجاب عورتوں سے میل ملاپ رکھتا ہے تو اہل حق صوفیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(۳) مشائخ میں یہ طریقہ رائج ہے کہ طالب کی حاضری کے بغیر اس کی درخواست پر بیعت کر دیتے ہیں۔ یہ "غائبانہ بیعت" کہلاتی ہے۔ حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر "بیعت رضوان" کرتے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے غائبانہ بیعت کی تھی، غزوہ بدر کے موقع پر بھی حضور نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے غائبانہ بیعت کی تھی اسی وجہ سے غائبانہ بیعت کو "بیعت عثمانی" بھی کہتے ہیں۔

(۴) بعض لوگوں کی حالت تجربہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ بیعت پر قائم نہیں رہ سکتے یا مجاہدات کا حق ادا نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی انہیں حضرات مشائخ بعض اوقات بیعت کر لیتے ہیں۔ اس کی اصل یہ حدیث ہو سکتی ہے: المرء مع من احب ولہ ما کسب "یعنی بروز قیامت آدمی اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت رکھتا ہوگا اور ثواب اس چیز کا ملے گا جو اس نے عمل کیا ہوگا۔ اس لیے کہ بیعت میں یہ خاصیت ہے کہ اپنے مشائخ سے محبت کا سبب ہو جاتی ہے اور بعید نہیں کہ یہی چیز قیامت کے دن اسے اپنے مشائخ کے ساتھ کر دے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: صحیح بخاری میں ابن حاتم نے روایت کی ہے: " **یوم الفتح مکة فبایع رسول الله ﷺ الرجال علی الصفا و عمر یبایع تحتها**" یعنی فتح مکہ کے دن حضور ﷺ صفا پہاڑی پر مردوں کی بیعت لے رہے تھے اور قلت فرصت کی بنا پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

ایسا ہی امام ابو داؤد، بیہقی، طبرانی اور ابو یعلیٰ وغیرہ نے ام عطیہ سے روایت کی ہے: "**عن ام عطیة قالت لمآ قدم رسول الله ﷺ المدینة جمع نساء الانصار فی بیت فارسل الیهن عمر بن الخطاب فقام علی الباب فسلمّ فقال انا رسولُ رسولِ الله ﷺ الیکن تبایعن علیٰ ان لا یشرکن بالله شیئا و لا تسرقن و لا تزنین قلنا نعم فمدیده من خارج البیت و مددنا ایدینا من داخل البیت**"۔

جب رحمت عالم ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ جوق در جوق اسلام میں داخل

ہونے لگے آپ نے بیعت کی خواہش مند عورتوں کو ایک مکان میں جمع ہونے کی ہدایت فرمائی۔ ان خواتین میں ام عطیہ بھی شامل تھیں۔ جب تمام خواتین اس مکان میں جمع ہو گئیں تو حضور ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا پس عمر فاروق رضی اللہ عنہ دروازے پر تشریف لے جا کر کھڑے ہو گئے اور انہیں سلام کرنے کے بعد فرمایا میں حضور اکرم ﷺ کا بھیجا ہوا تم لوگوں کے پاس حاضر ہوا ہوں کیا تم لوگ ان شرائط پر بیعت کرتی ہو۔

کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے، چوری نہ کریں گی، زنا سے بچیں گی، کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں گی، اچھی باتوں سے انکار نہ کریں گی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دست مبارک کو باہر سے اندر کی طرف بڑھایا اور ہم لوگوں نے گھر کے اندر سے باہر کی طرف بڑھایا اور بیعت کیا۔

فائدہ: صاحب ارشاد پر ضروری ہے کہ عورتوں کی بیعت حسب استطاعت ان کی آسانی کے لیے جس جگہ وہ خواہش کریں ان کے مکان تک تکلیف اٹھا کر ہدایت اور پیغام رسانی کا کام انجام دیں تا کہ یہ مستورات اس فیض سے محروم نہ رہ جائیں۔ برخلاف مردوں کے ان کی بیعت کے لیے مسجد یا کوئی خاص جگہ میں ارشاد کر دینا کافی ہے اور جہاں تک ممکن ہو مخلوق الٰہی کو بیعت و طریقت و صحیح معرفت اور خالص توبہ کی تلقین اور رجوع الی اللہ کا درس دیں۔

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے مستورات کی آسانی کے لیے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا۔

دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ بیعت کی خصوصیت حضرت رسالت مآب ﷺ پر ہی نہ رہی بلکہ صحابہؓ کرام حضور پر نور ﷺ کی موجودگی میں قائم مقام ہو کر بیعت لیتے رہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اصحاب کرام بیعت لیتے وقت یہ کلمات ادا کرواتے کہ ہم نے خالص کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے احکام کے مطابق بیعت لی۔

اور اس طرح سے بیعت کا یہ طریقہ تمام سلسلوں میں درجہ بدرجہ چلا آیا۔ لہٰذا اب اس فعل کو خلاف سنت قرار دینا گویا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور سراسر محرومی میں پڑنا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"مثل اصحابی فی الناس کالملح فی الطعام" میرے صحابہ کی مثال لوگوں میں ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک کی

اب نمک کے بغیر کھانا کون کھاتا ہے؟ کوئی نہیں کھاتا۔ جس طرح بغیر نمک کے کھانا نہیں کھایا جاتا اسی طرح اخروی زندگی میں کامیابی بغیر رہنما کے ممکن نہیں۔

دوسری حدیث میں ہے: ''عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلي الله عليه و آله و سلم: مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ، مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجا، وَمَنْ تَخلّفَ عَنهَا غَرِقَ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْبَزّارُ وَالْحَاكِمُ'' حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اہلِ بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔''

اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ'' نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاجاؤ گے ۔(تاریخ ابن عساکر جلد 19 صفحہ 383)

مولانا روم نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے:

آں نمک کز وی محمد املح است زآں حدیث بانمک او افصح است

آں نمک باقی ست از میراث او باتواند آں وارثانِ او بجو

ان تینوں احادیث اور مولانا روم کی شرحِ مقولہ سے ثابت ہو گیا کہ وہ نمک یعنی تعلیمِ شریعت و طریقت،، علم و معرفت اور حکمت جس کے ساتھ حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تھے اور جس سے صحابہ کرام بھی فیضیاب ہوئے وہی تعلیمِ شریعت و طریقت سلسلہ بسلسلہ بطور وراثت ہر صاحب ارشاد اور مرفوع الاجازت کے سینے میں امانت بن کے چلی آرہی ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

لہذا وہ تمام اشغال و اذکار، افکار، بیعت، توبہ اور شریعت و طریقت وغیرہ جو صاحبانِ اہلِ تصوف کے یہاں مروّج ہیں کیوں کر بدعت اور خلاف سنت ہو سکتا ہے؟ بلکہ ہر قرن ہر زمانے میں صالحین اور صاحب ارشاد کا پایا جانا ضروری ہے جن کے اقوال وافعال حضور اکرم ﷺ کے قول کے مطابق ہونا ضروری اور لابُدّی ہے۔ اس نورانی طبقے نے ہر دور میں مخلوقِ خدا کو توبہ و استغفار کے ذریعے صراطِ مستقیم پر چلانے کا کام کیا ہے۔ لہذا جنہوں نے عقل و خرد سے کام لیا اور ان کی تابعداری کی بلاشبہ وہ فیضان و برکات سے مالا مال ہوا۔ اور جس نے ان حضرات اولیائے کرام اور بزرگانِ دین سے بدگمانی کی اس نے سراسر نقصان اٹھایا۔

حضرت یونس، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے قصے بہت مشہور ہیں اور اب بھی ذات باری تعالیٰ کی طرف سے وہی طریقہ جاری ہے۔ لیکن افسوس کہ اس پُر فتن دور میں سنت نبوی ﷺ کے برعکس اکثر مخلوق خدا کو علمائے نجدیہ اور فقرائے زندیقیہ نے اس فیض و برکت سے محروم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان خشک ملاّؤں اور گمراہ فقرا کو راہِ راست نصیب کرے۔

بزرگوں کے فیض سے محروم کرنے میں بے راہ فقیروں کا بڑا ہاتھ ہے ان لوگوں نے بیعت کا وہ طریقہ ایجاد کیا جس سے نہ ذکر و فکر، تعلیم و طریقت، بیعت اور توبہ َ واستغفار کی جانب صحیح رہنمائی مل پاتی ہے۔

بالخصوص پیشہ ور پیروں نے بیعت و طریقت کو نفع بخش کاروبار کا اڈہ بنا کر زر اندوزی کا ذریعہ بنایا، ساتھ ہی ان گمراہ فقرا اور جہلا کی ہیئت، چال، ڈھال دیکھ کر لوگ مطلقاً بیعت ہی کا انکار کر دیتے ہیں، بلکہ بدعت، خلافِ سنت اور نہ جانے کیا کیا گردانا جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ منہا)

فصل چہارم

پیغام رسانی کے لیے امام اور رہبر کی ضرورت

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جن وانسان کو خاص اپنی توحید ومعرفت ہی سمجھنے کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ کیوں کہ جب تک کوئی پیغام رساں یا صاحب ارشاد کسی قوم میں موجود ہو یا وہ قوم خود مغفرت طلب کرتی رہے اس وقت تک اللہ اُس قوم پر عذاب یا بلا نازل نہیں فرماتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ'' اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔(پ۹،الانفال،آیت:۳۳)

اگرچہ اس آیت پاک میں اللہ عزاسمہ نے مخصوص حضور ﷺ سے خطاب فرمایا ہے لیکن عمومی طور پر اس حکم میں تمام پیشوایانِ امت، اولیائے کرام اور صاحب ارشاد وخلافت رحمۃ اللہ علیہم بھی شامل ہیں۔ کیوں کہ حضور اکرم ﷺ پیغمبر خدا ہیں اور مخلوق الٰہی کے لیے آپ نے پیغام رسانی، رہبری، رہنمائی، رشد وہدایت اور تبلیغ وارشاد کو فروغ بخشا، اسی لیے یہ حضرات بھی پیغام رسانی میں حضور اکرم ﷺ کے قائم مقام ہوئے اسی وجہ سے سبھی افراد اس خطاب سے مخاطب ہوئے۔

سور نمل میں ارشاد فرمایا: قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ''تم کہو سب خوبیاں اللہ کے لیے ہے اور سلام ان بندوں پر جس نے ان کو چن کر برگزیدہ فرمایا۔(پ۱۹،اورہ نمل،آیت:۵۹)

اسی طرح سور حج میں ارشاد فرمایا: اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ''اللہ تعالیٰ نے پیغام رسانی کے لیے فرشتوں اور آدمیوں کا انتخاب فرمایا۔(پ۱۷،سورہ حج،آیت:۷۶)

تشریح : انسان کی ایک بنیادی ضرورت یہ ہے کہ اُس کی کوئی پیشوائی کرے لیکن اِس کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جواِس کام کو کرنے کے قابل بھی ہو۔ مثال کے طور پر خاندان میں شوہر کو پیشوائی کرنے کے قابل ہونا چاہئے تاکہ اُس کے بیوی بچے ایک خوشحال زندگی گزار سکیں۔ جب خاندانی معاشرتی زندگی کے لیے رہبر ورہنما کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح دینی، تعلیماتی، روحانی میدان میں پیشوائی کے لیے ایک قابل پیشوا ہماری رہبری کے لیے کتنا ضروری اور اہمیت کا حامل ہے۔ اب اِس بات پر غور کریں کہ ایک قوم یا پھر پوری دُنیا کے پیشوا کو کتنا قابل ہونا چاہئے۔ ایسے قابل پیشوا مشکل سے ملتے ہیں۔

یہ بھی ایک عقلی اور بدیہی بات ہے کہ کوئی بھی قوم یا ملت اگر اپنی منزل تک صحیح طریقوں سے جانے کی خواہشمند ہو تو ان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے رہبر اور رہنما اور اولیا کا صحیح انتخاب کرے۔ اب قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ دیکھنا ہو گا کہ صحیح رہبر کون ہے جس کی ہم پیروی کریں تاکہ منزل مقصود تک پہنچ سکیں ،اور اس کی پہچان کیا ہے ؟

پرور دگار لم یزل کا فرمان ہے: ''إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ''۔ [مائدہ، ۵۵] بے شک تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکٰوۃ دیتے ہیں۔

یہاں رب تعالیٰ ''انما'' سے اس آیت کو شروع کرتا ہے جسے اصطلاح میں کلمہ حصر کہا جاتا ہے۔ کلمہ حصر تالے کی مانند ہے یعنی جب کسی کمرے کو تالا لگا دیا جائے تو تالا لگنے کے بعد اندر کی چیزیں نہ باہر آسکتی ہیں نہ باہر کی چیزیں اندر ہو سکتی ہیں۔

اسی طرح اس آیت مبارکہ کے شروع میں کلمہ حصر لا کر لفظ 'ولی' کو انہی تین ہستیوں کے ساتھ قید کیا ہے، یعنی ولی کے اس مفہوم میں کوئی داخل ہو سکتا ہے نہ کوئی ان کو نکال سکتا ہے۔ ان تینوں سے مراد کون ہے ؟

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔ یعنی جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔

ولایت کی قسمیں: منطق کی اصطلاح کے مطابق ''ولی'' لفظ مشترک کہلاتا ہے یعنی لفظ ایک ہو اور اس کے کئی معنی ہوں۔ لیکن یہاں پر آیت کے قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ولی سرپرست اور آقا کے معنی میں ہیں۔

ایک جہت سے ولایت کی دو قسمیں ہیں:

ولایت تکوینی: یعنی اللہ کی طرف سے انجام پانے والے امور جس کا اختیار صرف پروردگار کے پاس ہے۔

ولایت تشریعی: یعنی ایسے امور جو اللہ کے حکم سے ان کے خاص بندے انجام دیتے ہیں۔

تشریعی کی مزید دو اقسام ہیں:

ولایت شمسیہ: یعنی وہ اولیاء کرام جن کے نور سے باقی چیزیں بھی روشن ہوتی ہیں۔ یہاں ولایت شمسیہ سے مراد حضور اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت ہے جس کے طفیل میں تمام انبیاء وائمہ کو ولایت ملی ہے۔

ولایت قمریہ: یعنی وہ ولایت جو کسی اور کے نور سے منور ہوتی ہے۔ تمام اولیا کی ابتدا شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ان ہی کے نور سے ولایت اولیا منور ہوتی ہے۔

خداوند متعال سورہ نساء میں ارشاد فرماتا ہے: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ. [سورہ نساء، آیت ۵۹] اللہ کی پیروی کرو، رسول کی پیروی اور صاحبان امر کی پیروی کرو۔ پس معلوم ہوا سب سے بہترین رہبر اور رہنما خود خدا کی ذات ہے جس کی پیروی سے ہم منزل تک پہنچ سکیں گے مگر مسئلہ یہ ہے کہ خدا کی پیروی کیسے کی جائے تو اس کا بھی جواب خدا دیتا ہے: جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اس نے خدا کی پیروی کی ہے۔

لیکن ایک اور سوال رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی کے بعد کس کی اطاعت کی جائے؟ تو تواتر کے ساتھ احادیث کی ایک کثیر تعداد تمام عالم اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں جن کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ائمہ و اصحاب کی پیروی اور اطاعت ضروری ہے۔ بزرگوں کی تعلیمات کی روشنی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دین اسلام کے رہبر ورہنما آپ کے عادل اصحاب ہیں اب ان ائمہ کرام اور اماموں کے بعد دین کا رہبر کون؟

اب ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دین کے اندر ایک رہبر ورہنما کا ہونا ضروری ہے جو ہماری رہنمائی کر کے ہمیں منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔ قرآنی آیات اور احادیث وروایات کی روشنی میں رسول خدا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہبر الٰہی ہیں ان کے بعد رہبری کی یہ ذمہ داری امامت میں منتقل ہوتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے اصحاب، ائمہ اور اولیا کے

بعد سلسلۃ الذہب کے بزرگانِ دین ہمارے رہبر ورہنما ہیں جن کی پیروی اور اطاعت ہم سب پر لازم ہیں۔ خدا ہم سب کو ان کی اتباع کرنے کی توفیق عنایت کرے۔

اصلاح نفس اور تزکیہ قلب میں اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کا کردار اہمیت کا حامل ہے بلکہ رہبری کی فہرست مین ان کا بھی نام سر فہرست ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس کے علاوہ بھی بہت سے مقامات میں اللہ تعالیٰ نے رہبر ورہنما اور صاحب ارشاد اور پیغام رسانی کے لیے منتخب افراد کی فضیلت و بزرگی کا بیان فرمایا ہے جس کو طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کیا۔ اہل علم ودانش کے لیے بس ایک نکتہ کافی ہے۔ بقیہ اس کی تفصیل ہم نے تفسیر فریدی اور حبل المتین میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے بعد وحی کا نزول منقطع ہو گیا اور اُس کے بعد صالحین کو الہام بشارات کے درجے سے مشرف کیا جاتا ہے۔ کتب تصوف میں الہام و بشارات کے کئی طریقے مندرج ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس جزوں میں ایک جز ہے۔ رویائے صادقہ بھی اعلیٰ درجے کی بشارت اور الہام میں داخل ہے۔

عن ابي هريرة: " إذا اقترب الزمان لم تكد رؤيا المؤمن تكذب واصدقهم رؤيا اصدقهم حديثا، ورؤيا المسلم جزء من ستة واربعين جزءا من النبوة، والرؤيا ثلاث: فالرؤيا الصالحة بشرى من الله، والرؤيا من تحزين الشيطان، والرؤيا مما يحدث بها الرجل نفسه، الیٰ اٰخر الحديث۔۔۔۔

(سنن ترمذی، كتاب الرؤيا عن رسول الله ﷺ، باب أَنَّ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ حدیث نمبر: ۲۲۷۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' :جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو مومن کے خواب کم ہی جھوٹے ہوں گے، ان میں سب سے زیادہ سچے خواب والا وہ ہو گا جس کی باتیں زیادہ سچی ہوں گی، مسلمان کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے خواب تین قسم کے ہوتے ہیں، بہتر اور اچھے خواب اللہ کی طرف سے بشارت ہوتے ہیں، کچھ خواب شیطان کی طرف سے تکلیف ورنج کا باعث ہوتے ہیں، اور کچھ خواب آدمی کے دل کے خیالات ہوتے ہیں، لہٰذا جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہے تو کھڑا ہو کر تھوکے اور اسے لوگوں سے نہ بیان کرے''، آپ نے فرمایا'' :میں خواب میں قید یعنی پیر میں بیڑی پہننا (پسند کرتا ہوں) اور طوق کو ناپسند

کرتا ہوں ،قید سے مراد دین پر ثابت قدمی ہے"۔

درج بالا احادیث میں مومن کے لیے رویائے صادقہ کا ثبوت، خواب کے اقسام اور ان کے ذریعے الہام و بشارت کے درجات کا بیان ہوا۔ لہذا مرد و عورت، غریب و امیر پر لازم ہے کہ جب بھی کسی مقام میں کسی صاحب ارشاد کو پیغام رسانی پر پائیں تو ان کی اطاعت کریں اور فرماں برداری کے لیے دل و جان سے کمربستہ ہو کر مع جملہ متعلقین خالص توبہ کے ساتھ بیعت کرا کے تعلیم شریعت و طریقت حاصل کریں تاکہ اللہ تعالیٰ صاحب ارشاد کی فیوض و برکات اور ان کی صحبت اور دعاؤں سے اپنی رحمت نازل کر کے صراط مستقیم عطا فرمائے۔

اسی طرح ہر شیخ طریقت کو بھی لازم ہے کہ جس وقت کسی شخص کو امور شریعت و طریقت کا واقف پائیں اس کو خرقہ و دستارِ خلافت پہنا کر صاحبِ مجاز و خلیفہ ارشاد کریں تاکہ اس کی ذات سے مخلوق الہی کو فائدہ پہنچے، کیوں کہ بندگانِ خدا کو فضل خداوندی سے وصل کروانا ذات باری تعالیٰ کو غایت و منظور ہے۔ جیسا کہ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے حضرت موسیٰ اور چرواہے کے قصے میں فرمایا۔ تو برائے وصل کردن آمدی نہ برائے فصل کردن آمدی

درجہ امامت جو کہ خلافت سے بلند تر درجہ ہے (جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا) سورہ فرقان میں مذکور ہے: وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا''اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ جو کہ تقویٰ، پرہیزگاری اور فضل خداوندی کے ذریعے حاصل کر سکتا ہے۔

پیرانِ عظام سے جو خرقہ خلافت اور دستار رائج ہے اس کو خلاف سنت سمجھنا محض نادانی اور جہل پر موقوف ہے۔ بلکہ اس کے رواج کو ماہرین فنِ حدیث نے قرون اولیٰ ہی سے ثابت کر دیا ہے اور جو فعل اصحاب کبار اور تابعین کے وقت سے ثابت ہے اس کو بدعت کی طرف منسوب کرنا سخت بے ادبی اور بد نصیبی ہے۔

صحاح ستہ میں تواتر کے ساتھ یہ مذکور ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دستار اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ٹوپی پہنا کر جانبِ یمن روانہ فرمایا۔

فصل پنجم

توبہ، ذکر اور تلاوتِ قرآن کے حکم کا واقعہ

ذکر کی فضیلت میں مصنف علیہ الرحمہ نے اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک مرتبہ صوبہ پنجاب کے امرتسر میں حضور کے روضۂ مبارک کے خادم کی طرف سے یہ اشتہار شائع ہوئی تھی جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا حضور اکرم ﷺ نے خواب کے ذریعے خادم روضہ کو اطلاع فرمایا کہ ہندوستان کے لوگ کثرت گناہ اور نافرمانی خدا میں سخت مبتلا ہیں تم لوگوں کو اطلاع کر دو کہ سب لوگ توبہ واستغفار پر مداومت کریں اور اذکار، تلاوتِ قرآن، خیرات وصدقات اور گھر گھر میں ختم بزرگاں شروع کر دیں ورنہ کسی ایسی بلا یا بیماری میں مبتلا ہو جائیں گے جس سے سبکدوشی محال ہوگی۔ چناں چہ اس اشتہار میں جو سراسر تنبیہ وہدایت اور اتمام حجت سے معمور تھا کسی نے اس کی جانب توجہ نہیں کی، جس کا نتیجہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ ہوا کہ تمام ہندوستان اور پنجاب میں طاعون کی ایسی مہلک مرض پھیلی کہ جس کا علاج حکما سے ممکن نہیں ہوا، یہ ہم لوگوں کے شامتِ اعمال کا نتیجہ تھا۔

ہمیں اب خواب غفلت سے بیدار ہو جانا چاہیے اور جہاں تک ہو سکے جان ومال سے بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو کر اس بشارت قرآنیہ کے مصداق سے سرفراز ہونا چاہیے۔

" مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوٰلَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وٰسِعٌ عَلِيْمٌ "(پ۳، البقرہ، آیت: ۲۶۱)

ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانہ کی طرح ہے جس نے اُگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے"۔

درج بالا آیت کی روشنی میں خیرات وصدقات کی بزرگی کا بیان ہوا اور خیرات کرنے والا کئی گنا اجر کا مستحق بھی ہوتا ہے بلکہ احادیث کی روشنی میں تو اس کا بدلہ ہزار تک ملتا ہے۔

تواب لازم ہے کہ کسی صاحب ارشاد اور مرفوع الاجازت کے ہاتھ پر خود اور اپنے خویش واقارب کو بیعت و توبہ کی طرف رجوع کرائیں، بزرگانِ دین و صالحین کی تابعداری کر کے استغفار اور دعا کے طالب ہوں، تاکہ اللہ جل جلالہ ہر آفت ناگہانی وآفت آسمانی سے نجات فرمائے۔

ذکر نہ کرنے والوں کے لیے نصیحت ارشاد فرمائی۔ " فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ '' توانہیں کیا ہوا نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔(پ۲۹، سورہ مدثر، آیت:۴۹، ۵۱، ۵۰)

مصنف علیہ الرحمۃ نے قارئین سے التماس کی تھی:" تمام برادرانِ اسلام اس مختصر سے رسالے کو بنظر اعتراض ملاحظہ نہ کریں بلکہ اصل مقصود کی طرف نظر رکھیں، اگر کوئی بات پسندِ خاطر ہو تو اس خاکسار فقیر محمد حسین ثالث فرید فریدی چشتی بدری صابری نظامی قادری کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں"۔

و آخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين و صل على سيدنا مولانا محمد و اله و اصحابه و اتباعه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين

باب سوم (منظومات)

حمد باری تعالیٰ

از قلم شاعر مشرق مصور پاکستان علامہ اقبال

خودی کا سرِّ نہاں لَا اِلٰہَ اِلاّ اللہ — خودی ہے تیغ، فساں لَا اِلٰہَ اِلاّ اللہ

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے — صنم کدہ ہے جہاں، لَا اِلٰہَ اِلاّ اللہ

کیا ہے تُو نے متاعِ غرور کا سودا — فریب سُود و زیاں، لَا اِلٰہَ اِلاّ اللہ

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند — بُتانِ وہم و گُماں، لَا اِلٰہَ اِلاّ اللہ

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنّاری — نہ ہے زماں نہ مکاں، لَا اِلٰہَ اِلاّ اللہ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند — بہار ہو کہ خزاں، لَا اِلٰہَ اِلاّ اللہ

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں — مجھے ہے حکمِ اذاں، لَا اِلٰہَ اِلاّ اللہ

ثنائے سرکار بارگاہِ محبوبِ پروردگار

از قلم علامہ شفیع اکاڑوی

آمنہ بی بی کے گلشن میں آئی ہے تازہ بہار — پڑھتے ہیں صلی اللہ وسلم آج در و دیوار

نبی جی اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

بارہ ربیع الاوّل کو وہ آیا دُرِّ یتیم — ماہِ نبوت مہرِ رسالت، صاحبِ خُلقِ عظیم

نبی جی اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

حامد و محمود اور محمد دو جگ کا سردار — جان سے پیارا راج دلارا رحمت کی سرکار

نبی جی اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

یٰسین وطٰہ کملی والا قرآن کی تفسیر حاضر وناظر، شاہد و قاسم آیا سراجِ منیر

نبی جی اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

اول و آخر سب کچھ جانے دیکھے بعید و قریب غیب کی خبریں دینے والا اللہ کا پیارا حبیب

نبی جی اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

دور بلائیں کرنے والا امت کا غم خوار حافظ و حامی، شافع و نافع رحمت کی سرکار

نبی جی اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

پیاری صورت ہنستا چہرہ منہ سے جھڑتے پھول نور کا پُتلا چاند سا مکھڑا حق کا پیارا رسول

نبی جی اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

جبریل آئے جھولا جھلانے لوری دے ذیشان سو جا سو جا رحمتِ عالم میں تیرے قربان

نبی جی اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

کفر و شرک کی کالی گھٹائیں ہو گئیں ساری دور مشرق و مغرب دنیا کے اندر ہو گیا نور ہی نور

نبی جی اللہ اللہ ھو لا الٰہ الا ھو

ذکرِ شہادت

از قلم ریحان اعظمی

جہاں حسین وہاں لا الہ الا اللہ

چراغ جلتا رہا جو قافلہ تھا رواں

وہ قافلہ ہے رواں سفر بانوک سناں

سناں کے ساتھ اذاں

بریدہ سر کی صدائیں فضا میں پھیل گئی دریچوں آنگنوں گلیوں میں تپتے صحرا سے

زمینوں و عرش خلاؤں سے اور فضاؤں سے دنوں میں رات میں جنگل میں کوہساروں سے

صدائیں آنے لگی اشھد ان لاالہ الااللہ

یہ ایک بار ہوا اور لازوال ہوا　سناں کی نوک پہ سبحان ربی الاعلی
پکارا کلمہ توحید بھی جزاک اللہ　جہاں حسین وہاں لاالہ الااللہ
خطیب نوک سناں لاالہ الااللہ　جہاں حسین وہاں لاالہ الااللہ
حسین دین بھی ہے اور دینیات بھی ہے　حسین کلمہ توحید کی حیات بھی ہے
حسین رمز خدا بھی خدا صفات بھی ہے　حسین بارہ اماموں کی کائنات بھی ہے

حسین سے ہے عیاں لاالہ الااللہ

وہ گود فاطمہ زہرا کی ہو کہ ریگ تپاں　وہ صحنِ کعبہ ہو پشتِ رسول یا کہ سناں
فضائے جنگ ہو یا ہو پیام امن و اماں　نہ دیکھے تیر نہ تلوار گر ہو حکم اذاں

حسین کا ہے بیاں لاالہ الااللہ

حسین والوں کی پہچان ہے وفاداری　حسین والوں کی تو جان ہے وفاداری
حسین والوں کا ایمان ہے وفاداری　حسین والوں کا اعلان ہے وفاداری

حسینیت کی زباں ہے لاالہ الااللہ

بسی ہے کرب وبلا تو کوئی جواز بھی ہے　لٹا ہے گلشن زہرا تو کوئی راز بھی ہے
یہ راز وہ ہے کہ خالق کو اس پہ ناز بھی ہے　برائے ناز بہتّر کی وہ نماز بھی ہے

اسی کا سر نہاں لاالہ الااللہ

نماز نفس کی عزت ہے اولیاء کی قسم　نماز دین کی حرمت ہے اوصیاء کی قسم
نماز حسن شرافت ہے انبیاء کی قسم　نماز قصّہ وحدت ہے کبریا کی قسم
نماز خیرِ عمل کی طرف بلاتی ہے　نماز عشق خدا کا ہنر سکھاتی ہے
نماز عبد کو معبود سے ملاتی ہے　نماز گفتگو اللہ سے کراتی ہے
یہی نماز گناہوں سے بھی بچاتی ہے　نماز قبر تلک ساتھ ساتھ جاتی ہے

نماز وہ ہے جو فاقوں میں مصطفیٰ نے پڑھی
جگا کے اپنے ہی قاتل کو مرتضیٰ نے پڑھی

جو چکیوں کی مشقت میں فاطمہ نے پڑھی
گلے لگا کے جو زہریٰ کو مجتبیٰ نے پڑھی

جو چاہتا ہے کہ عظمت نماز کی دیکھے
میرے حسین کا وہ سجدہ آخری دیکھے

پڑھی نماز جو عابد نے پشت ناقہ پر
ادا کیا جسے باقر نے سختیاں سہہ کر

بیاں کیا جسے جعفر نے بر سر منبر
رکوع میں برسوں رہے جس کے کاظم مضطر

رضا نے لب پہ سریع الرضا سجا کے پڑھی
تقی نے تقوی بوطالبی بتا کے پڑھی

نقی نے نقوت باطل مٹا مٹا کے پڑھی
اور عسکری نے خبر آخری سنا کے پڑھی

پس نماز مصلّیٰ پہ رو رہا ہے کوئی
امام عصر ہے اور حجت خدا ہے وہی

وہ خیمہ گاہ وہ سیدانیاں وہ ذکر خدا
جہاں مصلّے پہ زینب، رباب اور فضّہ

حسن کی بیوہ، رقیہ، سکینہ کا سجدہ
تمام بیبیاں کرتی تھیں صرف ایک دعا

میرے خدا ہمیں منظور قحط آب رہے
حسین اپنے ارادوں میں کامیاب رہے

صدائے تشنہ لب ہے لا الہ الا اللہ

مگر نماز سے پوچھوں کہ کربلا کیا ہے
حسین اور تیرا رشتۂ وفا کیا ہے

کہا نماز نے سن لو میری بقا کیا ہے
بس ایک سجدہ شبیر کے سوا کیا ہے

حسین ہی کا گھرانہ بچا گیا مجھ کو
وہ خود اجڑ گیا لیکن سجا گیا مجھ کو

میان کرب وبلا آہ میں نے کیا دیکھا
گھر العینوں میں کنبہ رسول کا دیکھا

بتول زادوں کو بے آب و بے غذا دیکھا
بہاتا پانی ادھر لشکر جفا دیکھا

نماز پڑھتے رہے دل میں اضطراب نہ تھا
گزر گئے تھے کئی دن کہ گھر میں آب نہ تھا

بتاؤں کیسے کہ دسویں کو میں نے کیا دیکھا
سحر ہوئی تو شہادت کا سلسلہ دیکھا

کسی کا سینہ تو زخمی کوئی گلا دیکھا
لبِ فرات علم خون میں بھرا دیکھا

حسین لاشوں پہ لاشے یونہی اٹھاتے رہے
اور اپنی راہ شہادت کی سمت جاتے رہے

کمر رکوع کی طرح تھی مگر حسین اٹھے — کہ اہل ظلم پہ لازم تھا اب کہ تیغ چلے
غضب کی تیغ چلی کوئی روکتا کیسے — امام وقت تھے اللہ کی رضا پہ رکے
اذان عصر سنی دیکھا عالم بالا — کہا حسین نے سبحان ربی الاعلی
آئی صدائے غیب عبادت کا وقت ہے — اے فاطمہ کے لعل تلاوت کا وقت ہے
جنت میں صف بندھی ہے امامت کا وقت ہے — بس بس حسین بس یہ عبادت کا وقت ہے
رکھ لی میان میں شہ والا نے ذوالفقار — وہ ہول باندھے آئے کماں دار دس ہزار
وہ بے شمار تیغوں کے پھل اور اک حسین — وہ سینکڑوں پیام اجل اور اک حسین
ڈوبے ہوئے تھے خون میں گیسو حسین کے — تیروں نے چھان ڈالے تھے پہلو حسین کے
نیزے کا بن وہب نے پہلو پہ کیا وار — کاندھے پہ چلی ساتھ زرارہ کی بھی تلوار
تیغیں سبھی ہوئیں جو برابر سے چل گئیں — غش کھا گیا قدم سے رکابیں نکل گئیں
کیوں کر کہوں کہ عرش خدا خاک پر گرا — خیر النساء کا ماہ لقہ خاک پر گرا
ریتی پہ مصطفی کے جگر کا لہو گرا — سید گرا امام گرا نیک خوں گرا
وہ ظلم ہو رہا تھا کہ دنیا الٹتی تھی — جب زیر تیغ گردن شبیر کٹتی تھی
وہ تند تیغ زینب و زہرا پہ چلتی تھی — ماتم کناں نماز تھی اور خون روتی تھی
جاری تھی یہ صدا کہ نبی کا نواسہ ہوں — اماں پلاؤ پانی میں پیاسا ہوں
عجب ادا سے نمازی نماز پڑھ کے گیا — بہن کے سامنے نوک سناں پہ چڑھ کے گیا
نظر میں بھائی کے سجدے کی آب و تاب جو تھی — بہن نے سر کھلے مقتل میں مغرب ین پڑھی
نظر کے سامنے ہر مہہ لقہ کی لاش رہی — مگر جلے ہوئے خیموں کی جائے نماز بچھی
غم حسین کی برچھی اٹھا گئی زینب — مگر نماز کی دنیا بسا گئی زینب
یہی بتائے گئے اہل وفا وہ کربل میں — نماز چھوٹے نا چاہے ہو تم کہ مقتل میں

حسینیوں کی زباں لا الہ الا اللہ

نورِ وحدت

ہے اہل حق کی ندا الا الہ الا اللہ

ہے اہلِ حق کی ندا الا الہ الا اللہ　صدائے اہلِ وفا لا الہ الا اللہ
ثبوتِ مسلکِ توحید، بت سے بیزاری　دلیلِ عشقِ خدا لا الہ الا اللہ
ہے بالیقین بہشتِ بریں کا باشندہ　وہ جس نے دل سے کہا لا الہ الا اللہ
ہوائے کفر وضلالت کا رخ کرو تبدیل　جلاؤ حق کا دیا لا الہ الا اللہ
لیا جو خالقِ دل نے ازل میں عہدِ الست　تو سب نے مل کے کہا لا الہ الا اللہ
نہ کور چشم کو آئے نظر تو کیا کیجے　ہے ورنہ دل پہ لکھا لا الہ الا اللہ
سماعتوں میں اتر جائے نغمۂ توحید　سدا یہ گونجے صدا لا الہ الا اللہ
یہی ہے آخری خواش کہ میرے ہونٹوں پر　رہے بوقتِ قضا لا الہ الا اللہ
ہو کفر وشرک یا فسق ونفاق کی علت　ہر اک مرض کی دوا لا الہ الا اللہ
خطائے عبد کی پردہ دری کرے کیونکر　کیا جب اس نے عطا لا الہ الا اللہ
کب اس کو لشکرِ طاغوت کر سکے گمراہ　ہو جس کی راہنما لا الہ الا اللہ

نغمۂ وحدت

از قلم باباتاج چشتی علیہ الرحمۃ

توحید خدا ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ　شراب معرفت ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
بنائے دوجہاں ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ　کلیدِ جنت ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
شریعت طریقت ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ　بحر حقیقت ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
صراطِ حق ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ　فنا وبقا ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ

لقائے خدا ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ — صفائے قلب ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
نورِ دل ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ — جسم و جاں ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
ابتدا و انتہا ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ — نور کبریا ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
گوہر مقصود ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ — منزل و مطلوب ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
ظہور خدا ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ — معبود و موجود ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
لَا اِلٰہَ نفس مخلوقات بقا اِلّاَ اللہ — نفی و اثبات ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
تاج چشتی تن ہے محمد اور اس میں الا اللہ — وصل خدا ہے لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ

برلب رسید جانم دل و جانِ ما محمد

از قلم حضرت پیر روشن ضمیر جناب مخدوم سید شاہ تاج الدین احمد شمس ثانی چشتی قادری علیہ الرحمۃ

از ہجر تو بیقرارم دل و جانِ ما محمد — برلب رسید جانم دل و جانِ ما محمد
بنی بحال زارم بچشم رحمتِ خود — امید بستہ دارم دل و جانِ ما محمد
بشوقِ دیدارِ تو بے حد دل فگارم — بیادِ تو بے حد بیقرارم دل و جانِ ما محمد
شوق است دلِ خود خانہ ترا بسازم — کہ جلوۂ رخت تو بینم دل و جانِ ما محمد
تُرا از خدا جدا نہ بینم ایں آرزو کہ دارم — گر شد فنا بذاتم دل و جانِ ما محمد
اکنوں مرا نہ بنی کہ سوختم دل و جاں — چوں تو مہرباں سازم دل و جانِ ما محمد
دارم امیدِ وصلت از کرمِ تو رحمتِ احمد — کہ فردا شفیعِ تو باشی دل و جانِ ما محمد
بر حالِ تاج چشتی شاہا تو رحم فرما — در فرقت تو زارم دل و جانِ ما محمد
بہر علی و زہرا و بہر حسن حسینم — سویم بنظرِ اکرم دل و جانِ ما محمد

نغمۂ عقیدت

از قلم حضرت سید شاہ بابا بشیر احمد تاجی چشتی علیہ الرحمۃ

فدائے رخِ شمسِ دوسرا ہوں میں پیدا اسی باعث ہوا ہوں
بنائے لاالہ اول وآخر تو ہی ہے تو مولیٰ میں تیرا بندہ بنا ہوں
یہ دہن جبیں سائی کے لیے ہے ازل ہی میں ساجد میں تیرا ہوں
گزر کر منزل وہم وگماں سے میں اپنے آپ ہی کو پا گیا ہوں
مخالفت کی تاریکی میں چل کر بشیرؔ میں نورِ تاجِ الٰہی پا گیا ہوں

نعتِ سرورِ کونین

از قلم باباتاج چشتی علیہ الرحمۃ

ہے شان محمد شانِ خدا سبحان اللہ سبحان اللہ ہے نورِ محمد نورِ خدا سبحان اللہ سبحان اللہ
اس نورِ محمد سے ہے بنا عالم کا سارا نقشہ ہوا ہے ظُہورِ محمد عین خدا سبحان اللہ سبحان اللہ
ہر شے میں محمد نور خدا ہر شے میں ذاتِ اللہ عیاں ہے محمد نہاں ہے خدا سبحان اللہ سبحان اللہ
مطلوب وہی مقصود وہی محبوب وہی دلدار وہی معشوق ہے احمد عاشق ہے خدا سبحان اللہ سبحان اللہ
مسجودِ ملائک شکل بشر محبوب خدا بے مثل بشر میم کے پردے میں ہے چھپا وہ ایک خدا سبحان اللہ سبحان اللہ
طاعتِ محمد عبادتِ خدا ہے لقائے محمد لقائے خدا ہے وصلِ محمد وصلِ خدا سبحان اللہ سبحان اللہ
منزل ہے فنا مقصد ہے بقا وہ عارفِ وحدت تاج ہوا دوئی کو مٹا کر دیکھا محمد کو خدا سبحان اللہ سبحان اللہ

سلامِ عقیدت بارگاہِ خیر الانام از قلم باباتاج چشتی علیہ الرحمۃ

السلام اے مصطفیٰ کے جانشیں السلام اے پیشوائے کاملیں
السلام اے ہادیٔ دین متین السلام اے رہنمائے سالکیں
السلام اے صدرِ بدرِ مومنیں السلام اے امام العارفیں

السلام اے خواجہ محمد حسین
السلام اے بادشاہِ زاہدیں

السلام اے چشتیوں کے پیشوا
السلام اے مقتدائے صادقیں

السلام اے محبوب محبوبِ الہ
السلام اے دلبر خواجہ معیں

السلام اے زہدالانبیا کے لال
السلام اے ثالث فرید کاملیں

السلام اے محبوب محبوبِ سبحانی
السلام اے حبیب رب العالمیں

السلام اے ضیائے علاؤالدیں
السلام اے نورِ شمس وبدرِ دیں

السلام اے نورِ دلدارِ علی
السلام اے چشتیہ ماہِ مبیں

السلام اے رونق باغِ رسول
السلام اے تاجدارِ عابدیں

السلام اے مقتدائے تاجِ چشت
السلام اے حق کے اسرارِ امیں

سلام عاشقاں در بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از قلم باباتاج چشتی علیہ الرحمۃ

السلام علیک قبلہ حاجات ختم المرسلیں
السلام علیک کعبہ تقدیرات ختم المرسلیں

السلام علیک شفیع المذنبیں ورحمۃ اللعالمین
السلام علیک مظہر انوارِ رب العالمیں

السلام علیک باعث کون ومکاں شاہِ شہنشاہ
السلام علیک معطی مخلوقات رب العالمیں

السلام علیک نورِ ذات کبریا محبوب رب العالمیں
السلام علیک قاسمِ انعامات رب العالمیں

السلام علیک مولائے جہاں مکی مدنی العربی
السلام علیک باعث تخلیقات رب العالمیں

السلام علیک سرور انبیا سید الاصفیا
السلام علیک واہب مرادات ختم المرسلیں

السلام علیک شاہ کن فکاں منبع جود وسخا
السلام علیک مصدر تجلیات رب العالمیں

السلام علیک تاج چشتی کے ملجا وماوا
السلام علیک مقبول ہو یہ سلام اور ہو عنایت ختم المرسلیں